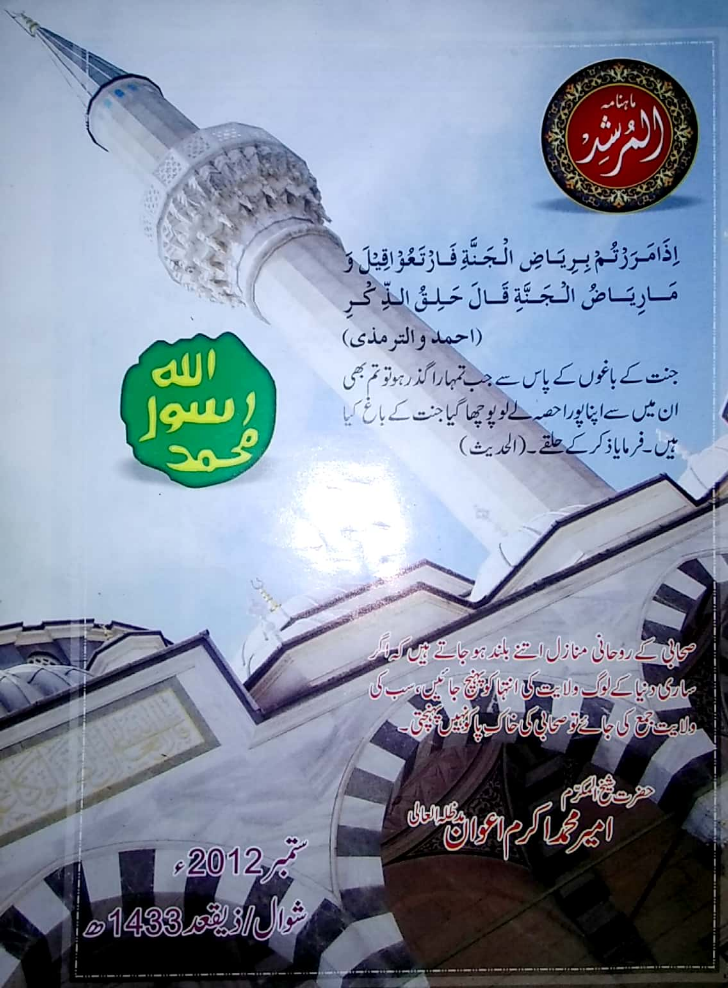

ماہنامہ
المرشد

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ وَ
مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ
(احمد والترمذی)

جنت کے باغوں کے پاس سے جب تمہارا گذر ہو تو تم بھی
ان میں سے اپنا پورا حصہ لے لو پوچھا گیا جنت کے باغ کیا
ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔ (الحدیث)

اللہ
رسول
محمد

صحابی کے روحانی منازل اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ اگر
ساری دنیا کے لوگ ولایت کی انتہا کو پہنچ جائیں، سب کی
ولایت جمع کی جائے تو صحابی کی خاک پا کو نہیں پہنچتی۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ستمبر 2012ء
شوال/ذیقعد 1433ھ

تصوف

تزکیہ

تصوف سے مراد ظاہری پاکیزگی، کپڑوں اور بدن کی، غذا کے حلال اور پاکیزہ رکھنے کی تعلیم اور باطنی پاکیزگی، اخلاقیات و عادات اور کردار سازی ہے۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ جو ایمان لا کر آپ ﷺ کی نگاہ پاک میں آگیا وہ صحابیؓ ہو گیا یعنی باطنی پاکیزگی پا گیا۔ یوں کہ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰه کہ کھال سے لے کر نہاں خانۂ دل تک ہر ذرہ بدن اللہ کا ذاکر ہو گیا۔ یہ کیفیت جسے تزکیہ کہا گیا یہی تصوف کہلائی بلکہ تصوف تزکیہ ہی کا فارسی ترجمہ ہے کہ سب سے پہلے یہی عجمی زبان ہے جس میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا۔

صحابہؓ کی صحبت سے تابعیؒ بن گئے۔ تابعینؒ کی صحبت نے تبع تابعیؒ بنا دیئے مگر بعد میں وہ تیزی اور قوت نہ رہی۔ لوگ ذکر قلبی کرتے اور برسوں ایسے حضرات کی صحبت میں بیٹھتے جن کے قلوب میں برکات نبویؐ کی کیفیات ہوتیں اور اپنے دل روشن کرتے جس سے ان کے اخلاق سدھرتے اور کردار میں نکھار آتا اور شریعت پر عمل کرنے میں خلوص دل بھی نصیب ہوتا۔ مگر پھر اس میں وراثت در آئی، نا اہل لوگ پیر بن گئے اور رسومات کا پلندہ بنا کر اسے بدنام کر دیا مگر اس سب سے اصل کی افادیت مجروح نہیں ہوتی۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

ستمبر 2012ء شوال / ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

شمارہ نمبر 1	جلد نمبر 34

مدیر: محمد اجمل

سرکولیشن منیجر : محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

فہرست

2	انتخاب	اقوالِ شیخ
3	ابوالاحمدین	اداریہ
4		طریقۂ ذکر
5	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	خطاب بموقع توسیع مسجد
14	حافظ عبدالرزاق صاحبؒ	اسم پاک محمد ﷺ
19	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	مسائل السلوک
24	محبوب عالم.....کراچی	من الظلمٰت إلی النور
27	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	اکرم التفاسیر
36	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	سوال و جواب
46	Ameer Muhammad Akram Awan	Khuloos
48	Abul Ahmadain Translation Naseem Malik	Hayat-e-Javidan (CH: 17)

بدل اشتراک

پاکستان	500 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلادیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

www.owaisiah.com / www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔

Ph: 042-35182727
Fax: 042-35180381
E-mail: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔

Ph: 0543-562200
Fax: 0543-5621198
E-mail: darulirfan@gmail.com

اقوالِ شیخ

☆......حج سے مطلوب وہ باطنی کیفیت ہے کہ بندہ دل کی گہرائی کے ساتھ خود کو اللہ کے روبرو کھڑا محسوس کرے اور اس کا اثر تا دم مرگ ہی نہیں مرنے کے بعد بھی باقی رہے

☆......نبی کا ہر ذرۂ بدن نہ صرف ذاکر ہوتا ہے بلکہ ذاکر گر ہوتا ہے جو چیز مس ہو جائے ذاکر ہو جاتی ہے۔

☆......رضائے باری کا واحد ذریعہ اتباع رسالت اور اجتناب عن المعاصی یعنی گناہ سے پرہیز ہے

☆......خود بینی و خود رائی تب ہی پیدا ہوتی ہے جب عظمت الٰہی دھیان میں نہ رہے اور یہ ایسی بدنصیبی ہے کہ شیخ کی توجہ کا راستہ بھی روک دیتی ہے۔

☆......اذکار قلبی سے کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں اور وہ عملی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔

☆......جنہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے کائنات میں سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔

☆......سلوک نام ہے قرب الٰہی کی کیفیات کا جو عہد نبوی ﷺ میں ایک نظر میں نصیب ہو جاتی تھیں۔

اداریہ

بغداد کے مناظرے

وسط ایشیاء میں مسلم ریاستوں کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد تاتاریوں کا ہدف عراق کا دارالخلافہ بغداد تھا۔ عین اس وقت جب عراق کی سرحدوں پر لشکر تاتار کی سرخ آندھی دستک دے رہی تھی، بغداد کی راتیں بھی جاگ رہی تھیں لیکن "جاگتے رہنا" کی صداؤں کی بجائے مناظروں کے جوش و خروش کے ساتھ جن میں خلیفہ بھی شامل ہوتا اور عام شہری بھی، وزیر با تدبیر بھی اور فوج کے سالار بھی۔ کہیں معتزلہ کے نظریات پر منطقی داؤ پیچ لڑائے جاتے اور کہیں بے وقعت فقہی مسائل پر مثلاً کوا حلال ہے یا حرام؟ خلیفہ نے ایران سے شیعہ مناظر بلا رکھے تھے جن کی زیر سرپرستی شیعہ سنی مناظرے بھی زوروں پر تھے۔ اہالیان بغداد کو وسط ایشیاء کے مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کی شنید بھی تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ اب سرخ آندھی کا رخ کس طرف ہے۔ خلیفہ کے خبر رساں ادارے بھی تھے لیکن بغداد پر لشکر تاتاریں اس وقت حملہ آور ہوا جب مناظروں کا میدان جما ہوا تھا۔ یہ مناظرے کس طرح کا نشہ تھے کہ شہر بغداد کے باسی اس نشہ کی حالت میں دھر لئے گئے۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنے۔ قرآن، حدیث، فقہ اور علم کے عظیم قلمی ذخائر دریا برد ہوئے جن کی سیاہی سے دجلہ کے پانی کا رنگ بدل گیا۔ وہ بغداد جہاں مناظروں کے شور و غوغا سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اب شہر خموشاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ سب کچھ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا لیکن کھوپڑیوں کے مینار قائم تھے، اہالیان بغداد کے المناک انجام کے خاموش داستان گو!

اب اگر سات صدیوں بعد بغداد کے مناظرے اسلام آباد میں شروع ہوں تو ان کی ہیئت کیا ہوگی؟ وقت کے مطابق موضوع تو مختلف ہوں گے لیکن یہ قدر مشترک نظر آئے گی کہ ان میں کسی فریق کے ہارنے یا جیتنے سے حالات جوں کے توں رہیں گے۔ یہ موضوع کچھ اس طرح سے ہوں گے، این آر او کی قانونی حیثیت کیا ہے؟ ایسا قانون جس کی کوکھ سے جمہوریت نے جنم لیا، ایسا قانون جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ اگر قانونی بنیاد ہی نہیں تو حکومت کس بنیاد پر قائم ہے؟ کیا خوب عمارت ہے جو بے بنیاد ہے، ہوا میں معلق۔ یہ گر جائے گی، نہیں گرے گی، پانچ سال پورے کرے گی، اس سے پہلے کچھ ہو جائے گا، کیا ہو جائے گا؟ موضوعات کی طویل فہرست دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ پوری قوم ان مناظروں میں سرتاپا ڈوبی ہوئی ہے۔

سرحدوں پر آندھی کا رنگ البتہ مختلف ہے، سرخ کی بجائے سفید لیکن سرحدوں کے اندر اس کی تباہ کاری کا عمل بگولوں کی صورت جاری ہے۔ کہیں ڈرون حملے تو کہیں خانہ جنگی، ملک توڑنے کی سازشیں، دہشت گردی اور فرقہ واریت۔ ذرائع معاش معدوم ہو گئے، خشک سالی اور قحط کے خطرات، توانائی کا بحران لیکن قوم مناظروں میں کھوگئی۔ کون ہے جو اسے لوریاں دے کر سلا رہا ہے؟ کون ہے جو قوم کی توجہ اصل خطرات سے ہٹا کر میڈیا پر باہم تضحیک و تذلیل، پھبتیوں کے ذریعہ شائستگی اور اخلاقیات کے پرخچے اڑا کر قوم کو اہالیان بغداد کی طرح ان مناظروں کا اسیر بنا رہا ہے؟ ایک ڈرامہ کے بعد دوسرا ڈرامہ منظر عام پر لایا جاتا ہے، قوم پر ایک ہیجانی کیفیت طاری کر دی جاتی ہے کہ اب کون کس کو زیر کرے گا لیکن سب اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ کیا اب بھی کسی سنجیدہ فکر اور مثبت طرز عمل کی ضرورت نہیں؟ کیا اب بھی کچھ لوگ سامنے نہیں آئیں گے جو قوم کی درست سمت میں رہنمائی کر سکیں اور کیا اب بھی میڈیا میں کوئی اس بات کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ وہ ان کی آواز کا نقیب بن سکے؟

ابوالحمید

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

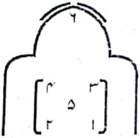

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز او رذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

دارالعرفان ...... منارہ کی مسجد میں توسیع

کی افتتاحی تقریب کے موقع پر جمعۃ المبارک میں خطاب

25 مئی 2012ء

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِین.

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المآئدۃ: ۳)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم. مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

حجۃ الوداع کے موقع پر، یوم عرفہ، مقام عرفات میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔ ہمیشہ ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے۔ ہمارے حضرات ختم نبوت کے نام سے بے پناہ صحیح، وزنی اور حقیقی دلائل پیش فرماتے ہیں لیکن قرآن کریم کی ابدیت، قرآن کریم کا اللہ کی آخری کتاب ہونا ور دین مبین کا ہمیشہ کے لیے مکمل ہو جانا، تکمیل نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ قرآن نے بھی ختم نبوت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا ہے خاتم النبیین۔ لیکن جب ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ترجمہ تکمیل نبوت ہے یعنی نبوت مکمل ہوگئی۔ اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں۔ صحاح میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، مشکوۃ شریف میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے جس کا مفہوم ہے کہ نبوت کو اگر ایک عالی شان محل تصور کیا جائے، اگر یہ سمجھا جائے کہ بہت عالی شان، بے مثال، بہت خوبصورت محل تھا۔ جب کوئی دیکھنے والا اس کے گرد پھرتا، اس کا نظارہ کرتا تو ایک سل کی جگہ خالی نظر آتی یعنی وہ بہت خوبصورت محل تھا، مکمل تھا لیکن ایک سل کی جگہ خالی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا تِلْکَ اللَّبِنَۃَ وہ سل میں ہوں۔ اللہ کریم نے مجھے مبعوث فرما کر وہ جگہ پر کر دی گویا نبوت مکمل ہوگئی۔ اب کسی نئے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی دعویٰ نبوت کرتا ہے تو وہ کذاب ہے، کافر ہے اور (یہ بڑی توجہ طلب بات ہے) کوئی مسلمان اس سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرتا ہے کہ اگر تم نبی ہو تو اس کی دلیل کیا ہے تو دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہے۔ ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جو دلیل طلب کرتا ہے اس کے دل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے تکمیل نبوت کا یقین نہیں اس لیے دلیل طلب کر رہا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہے۔ تو اللہ نے قیامت تک کے لیے دین مکمل کر دیا۔

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ شرف انسانیت کیا ہے، انسان کس وجہ سے اشرف ہے؟ اگر یہ اچھے کھانے کھا لیتا ہے تو جانور بھی گھاس چر کر، درندے گوشت کھا کر، پرندے دانہ چگ کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ کوئی کم درجے کا کھاتا ہے کوئی اعلیٰ بنا کر کھا لیتا ہے۔ مقصد پیٹ بھرنا ہی ہے، اس میں تو سب برابر ہیں۔ اگر اس کے اولاد ہوتی ہے تو ہر جنس، ہر ذی روح کے اولاد ہوتی ہے۔ اگر یہ گھر بناتا ہے، خواہ یہ محل بنائے تو جنگلی جانور بھی اپنے لیے رہنے کی جگہ بنا لیتے ہیں، پرندے گھونسلے بنا لیتے ہیں، جانور جھاڑیوں میں،

کھنڈروں میں، کھوہ میں گھر بنالیتے ہیں۔

تو پھر فرق کیا ہے؟ اس سے اعلیٰ مخلوق تو فرشتے ہیں جو مخلوق ہی نوری ہے اور اس کے ساتھ نفس بھی نہیں ہے، شیطان بھی نہیں ہے، کبھی نافرمانی بھی نہیں کرتا، ہمیشہ اطاعت کرتا ہے۔ یَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْن ۔جو حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔ پھر انسان کیسے افضل ہوگیا؟ ساری مخلوق میں انسان کو اور صرف انسان کو یہ استعداد دی گئی کہ وہ اللہ کی ذات کی معرفت حاصل کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ یہ قوت ملائکہ میں نہیں ہے۔ ملائکہ حاکم کے مطیع ہیں، فرمانبردار ہیں۔ کتنے فرشتے ایسے ہیں جو جب سے پیدا ہوئے، جب تک رہیں گے ہمیشہ قیام میں رہتے ہیں، اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ جو رکوع میں ہیں وہ ساری عمر رکوع کرتے رہیں گے، جو سجدے میں ہیں وہ ساری عمر سجدے کرتے رہیں گے۔ انہیں اصطلاح میں کرّ وبین کہا گیا ہے۔ کرّ وبین وہ فرشتے ہیں جو صرف تسبیح کرتے ہیں لیکن جس کی تسبیح کر رہے ہیں وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ اس کے بارے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہے، اس کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کی تسبیح کریں، اس سے زیادہ انہیں معرفت حاصل نہیں۔ صرف انسان کو یہ استعداد دی گئی کہ وہ اس کی تجلیات ذاتی کو اپنے دل میں سمو لے، اپنے دل میں بسا لے۔ وہ اس کی عظمت سے آشنا ہو اور تخلیقی طور پر مجبوراً سجدے نہ کرے۔ فرشتے تو پیدا ہی سجدے کے لیے کیے گئے اس کے علاوہ وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ انسان کے پاس اختیار رکھا گیا، پسند رکھی گئی، اسے مجبور نہیں کیا گیا اور اس کے سامنے بے پناہ دنیا سجادی گئی۔ فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِين

بابرکت ہے اللہ کی ذات جو بہترین پیدا کرنے والی ذات ہے۔ اللہ ہی خوبصورت ترین پیدا کرنے والا ہے۔ آپ ایک ایک پھول کا تجزیہ کر کے دیکھیں، ایک ایک شاخ گل کو دیکھیں، ایک ایک پتھر کو دیکھیں، ایک ایک پہاڑ کو دیکھیں، ایک ایک جانور کو دیکھیں اس نے کیا کیا کچھ بنایا۔ آپ تتلی کے رنگ نہیں گن سکتے، اس کے پروں کے پھول نہیں گن سکتے۔ آپ ایک ادنیٰ سی چیونٹی کو دیکھیں اس میں کتنی ہمت ہے، کس طرح کی آنکھیں ہیں، کتنے کیمرے لگے ہوئے ہیں؟ ایک مکھی کی ایک آنکھ میں اٹھارہ ہزار کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی دونوں آنکھوں میں چھتیس ہزار کیمرے ہیں۔ اتنے چھوٹے چھوٹے کیمرے کس نے نصب کئے؟

وہ خود فرماتا ہے: فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الخَالِقِيْن (المؤمنون:١٤)

تو بڑے ہی بابرکت ہیں اللہ جو سب سے بہتر بنانے والے ہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا مردار ہے تو یہ تصوف کی اصطلاح ہے کہ جب دل میں اللہ آ جاتا ہے اور دنیا کی حقیقت منکشف ہوتی ہے تو وہ مردار نظر آتی ہے۔ ورنہ دنیا اس کی صنعت ہے اور اتنی خوبصورت ہے، اتنی لذیذ ہے، اتنی خوش رنگ ہے، اس میں اتنی لذتیں ہیں کہ اللہ نے اسے اپنے مقابلے پر رکھ دیا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا نا

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

یہ دنیا وہ شمع ہے جو جمال باری کے سامنے رکھی ہے ،انسان پروانہ ہے۔ اب اسے اگر وہ رخ باری کے انوارات نظر آئیں تو دنیا کو چھوڑے۔ اگر اس کے سامنے اس کی ذات ہی حجاب بن جائے، کبھی اس کا علم حجاب بن جائے، کبھی اس کی دولت حجاب بن جائے، کبھی اس کا اقتدار حجاب بن جائے، کبھی اس کی طاقت حجاب بن جائے۔ تو وہ تو جمال باری کو دیکھ ہی نہیں سکے گا۔ پروانہ پھر دنیا پر ہی جل مرے گا۔ اللہ کریم تو نے یہ شرف بخش کر اتنی بڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ دنیا تو ہر ایک کے ساتھ ہے، مادی آنکھوں سے نظر آتی ہے، مادی زبان سے اس کا taste آتا ہے اور مادی وجود اس کی لذتوں کو محسوس کرتا ہے تو بندے کیا کریں؟

بندوں کی آسانی کے لیے اس نے پہلے انسان کو جب پیدا فرمایا تو اسے نورِ نبوت عطا فرمایا۔اب نورِ نبوت ہی صرف وہ آئینہ ہے، جس میں جمالِ باری نظر آتا ہے۔آپ نے کسی نبیؑ کو دنیا کا شیدائی دیکھا ہے؟ نبیؑ حکمران بھی ہوئے، نبی شہنشاہ بھی ہوئے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت دیکھو جن وانس پر ہی نہیں حیوانوں، چرندو پرند، ہواؤں اور درختوں پر بھی تھی۔ آپ نے آج ہوائی جہاز بنائے، وہ اس وقت ہوا کو حکم دیتے تھے اتنا بڑا تخت بنا تھا جس پر سارا لشکر آجاتا تھا۔ جہاں سے حکم دیتے وہاں سے اٹھاتی، جہاں حکم دیتے وہاں پہنچا دیتی۔ وہ مہینوں کی مسافت پل بھر میں طے کر لیتی تھی۔ آج آپ کے ہوائی جہاز بھی صرف ہوا پر اڑتے ہیں۔ جہاز کا انجن اور کچھ نہیں کرتا، ہوا پر اڑتا ہے۔لہروں کی ساخت ہوا کو لیتی ہے، ہوا اٹھا کر اسے پہنچاتی ہے اور جہاں چاہتی ہے پہنچ دیتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کا تو کوئی ایکسڈنٹ نہیں ہوا تھا۔

ایسے انبیاءؑ بھی ہوئے جن کی عمر عزیز گدڑی میں بسر ہو گئی۔ دنیاوی اعتبار سے غریب سے لے کر شہنشاہ تک انبیاءؑ کی فہرست میں آپ کو نظر آئیں گے۔لیکن غریب نبیؑ سے لے کر شہنشاہ نبیؑ تک سب اللہ کے رخِ روشن پر قربان تھے اور جو ان پر ایمان لاتا تھا اسے اللہ کے روبرو کر دیتے تھے۔تو فرمایا **اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ** میں نے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں۔ مخلوق، خالق سے کتنی نعمتیں حاصل کر سکتی ہے۔ نہ میں گن سکتا ہوں نہ آپ گن سکتے ہیں نہ کوئی شماریات کا ماہر گن سکتا ہے۔ فرمایا، جتنی نعمتیں انسان شرفِ انسانیت پا کر حاصل کر سکتا ہے وہ ساری میں نے آج مکمل کر دیں۔ آدم علیہ السلام پر دین مکمل نہیں ہوا، نوح علیہ السلام پر مکمل نہیں ہوا، ابراہیم خلیل اللہؑ پر مکمل نہیں ہوا، اسماعیل ذبیح اللہؑ پر مکمل نہیں ہوا، موسیٰ کلیم اللہؑ پر نعمتیں تمام نہیں ہوئیں، عیسیٰ روح اللہؑ پر نعمتیں تمام نہیں ہوئیں، جب محمد رسول اللہ ﷺ آئے تو نعمتیں تمام ہو گئیں۔اب کوئی نیا نبی کس لیے آئے گا وہ کوئی اور نعمت لائے گا؟ جتنی اللہ سے نعمتیں لے سکتے تھے وہ تو تمام ہوئیں پھر کسی نئے نبی کی ضرورت کیوں ہو گی۔اب انسان کے پاس اختیار ہے جسے انگریزی میں ہم choice کہتے ہیں۔انسان کے پاس کیا اختیار ہے؟ بس یہی پسند و ناپسند کا، اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ کیا پیدا ہونے کا اختیار ہے، اپنی شکل بنانے کا اختیار ہے، اپنا نصیب بنانے کا اختیار ہے، اپنا قد، بت بنانے کا اختیار ہے؟ کچھ نہیں صرف پسند و ناپسند کا اختیار ہے۔ **اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا** (سورۃ الدھر: ۳)

یہ اختیار ہے انسان کے پاس کہ وہ شکر کرنا چاہتا ہے یا ناشکری کرنا چاہتا ہے۔

ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آنکھ کا نور ہیں۔ آنکھ کتنی نازک ہوتی ہے۔ اپنی آنکھ کا بال بھی آنکھ میں پڑ جائے تو برداشت نہیں ہوتا۔ باہر کی چیز کو تو چھوڑیں پلکوں کے جو بال آنکھ کی حفاظت کے لیے ہیں اس کا کوئی ذرا سا حصہ ٹوٹ کر آنکھ میں پڑ جائے تو برداشت نہیں کرتی تو نبیؑ تو آنکھ کا نور ہیں وہ نور جس سے جمالِ باری نظر آتا ہے۔ پھر نبیؑ اور امتی کا تعلق کتنا نازک ہے، اتنا نازک ہے کہ اس میں ادنیٰ سا بال بھی آیا تو گیا، کام ختم ہو گیا اور جسے یہ تعلق نصیب ہوتا ہے اسے دنیا مردار نظر آتی ہے، اس کے لیے مردار ہے۔ کیونکہ دنیا کی حقیقت ایک مردار کی ہے۔ پھول ہے مرجھا جائے گا، جانور ہے مر کر متعفن ہو جائے گا، بڑے بڑے قلعے، عمارتیں ڈھیر ہو جائیں گی، دنیا کا انجام مردار ہے، موت ہے، تباہی ہے۔ اگرچہ بہت خوبصورت ہے، رنگین ہے لیکن انجام تباہی ہے۔ دولت ہے، رہ جائے گی، بندہ قبر میں چلا جائیگا اقتدار ہے چھن جائے گا، بندہ خاک میں دفن ہو جائے گا تو فرمایا **اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا** میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا بات ختم ہو گئی۔ اسلام جب آ گیا کام مکمل ہو گیا، دین مکمل ہو گیا۔اب قیامت تک دنیا میں دو ہی قومیں ہوں گی۔ایک وہ ہوں گے جو دین کو پسند کر لیں

گے جو محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لیں گے، جو انوارِ نبوت سے سینے روشن کریں گے اور جن کی صرف یہ آنکھیں ہی نہیں دیکھیں گی ان کے دل بھی بینا ہوں گے اور دوسرے وہ جو آپ کے تعلق سے محروم ہوں گے، کفار ہوں گے، کفر میں مر جائیں گے، تباہ ہو جائیں گے۔ اس نے انسان کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا۔ اس نے پھر اس کے ایسے انتظام فرمائے کہ انسانی عقل اس کو نہیں پہنچ سکتی۔ اب اس کے انتظام دیکھئے اس قادر کریم کی قدرت اور اس کا کرم دیکھئے اور اس کے اہتمام دیکھئے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں اس نے عجیب کمال رکھا، جس نے کلمہ پڑھا، حضور ﷺ کا دامن تھاما اور اس کی ایک نگاہ وجودِ عالی پر پڑ گئی یا اس پر نبی کریم ﷺ کی نگاہ پڑ گئی، اس ایک نگاہ میں وہ شرفِ صحابیت پر فائز ہو گیا۔ صحابیؓ محض صحبت یافتہ ہونا نہیں ہے۔ صحابیؓ کے روحانی منازل اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کے سارے لوگ ولایت کی انتہا کو پہنچ جائیں، سب کی ولایت جمع کی جائے تو صحابیؓ کے خاکِ پا کو نہیں پہنچتی۔ صحابیؓ کے بعد تابعینؒ ہیں، ان کے بعد تبع تابعینؒ ہیں، ان کے بعد اولیاء اللہ کا مقام ہے۔ چونکہ صحابیؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ ان کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو دیکھا جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا، وہ تابعینؒ ہوئے۔ پھر ان کے بعد ایک اور طبقہ ہے تبع تابعین" کا جنہوں نے تابعینؒ کو دیکھا۔ یہ ضوفشانیاں محمد رسول اللہ ﷺ کی کہاں سے کہاں تک پہنچیں۔ یہ ایک نظر کا اثر تھا، ایک نظر کی بات تھی۔ کسی نے کہا تھا

؎ من سی پارہ دل می فروشم۔ میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں
بگفتا قیمتش۔ دوسرے نے کہا کتنے میں بیچو گے؟ گفتم نگاہے۔ میں نے کہا ایک نگاہ میں بیچ دوں گا۔ ایک نظر کی بات ہے وہ نگاہ جو خریدار ہو، بل جائے تو دے دوں گا۔

لینے والے نے کہا کہ بھئی مانگا مول تو ملا نہیں کرتا۔ بگفتا کم ترش، رعایت بھی کرو گے؟ یہ تو وہ قیمت ہے جو تم مانگ رہے ہو۔ اس میں رعایت کیا ہوگی؟ من سی پارہ دل می فروشم، گفتا قیمتش گفتم نگاہے۔ ایک نگاہ، گفتا کم ترش، گفتم کہ گاہے۔

زندگی میں ایک نگاہ سہی اور یہ وہ نگاہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی جو زندگی میں کسی کو ایک نصیب ہو گئی تو شرفِ صحابیت پر فائز ہو گیا۔ اس کے وجود میں وہ برکات آئیں کہ جس نے اسے دیکھا وہ تابعیؒ ہو گیا۔ جس نے تابعیؒ کو دیکھا تبع تابعیؒ ہو گیا۔

اس کے بعد ولایت کی باری آتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا تھا کہ جنات آ گئے، کہنے لگے۔ حضرت ادب سے عرض کرتے ہیں ایک مسئلہ شرعی ہے۔ آپ کی اس کے لیے ضرورت ہے آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔ حضرت تشریف لے گئے۔ جنوں کے بادشاہ کا دربار لگا ہوا تھا، جنات تھے اور بڑے بڑے پرانے جنات بزرگ بھی بیٹھے ہوئے تھے ان کی عمریں ہزاروں سال ہوتی ہیں۔ آپ نے دیکھا ایک انسان کو پکڑا ہوا تھا۔ مقدمہ یہ پیش تھا کہ ایک جن سانپ کی شکل میں پھر رہا تھا اس شخص نے اسے مار دیا وہ جنات اس کو مارنا چاہتے ہیں۔ بدلے میں قتل کرنا چاہتے ہیں لیکن بادشاہ نے کہا کہ انہیں شرعی مسئلہ بتاؤ کہ کیا شرعاً یہ واجب القتل ہے۔ مشورہ ہوا کہ کس سے پوچھیں تو ہم نے حضرت آپ کو اس لیے تکلیف دی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ گھر تشریف لائے۔ مسلح تھے، کہیں جہاد سے آئے تھے۔ گھر گئے تو دیکھا بیوی گلی میں کھڑی ہے تو بہت خفا ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا، نیزہ سونتا بیوی کو ڈرایا تو اس نے کہا مجھے مت ماریے اندر دیکھیں تو سہی۔ تو صحن میں انہوں نے دیکھا بہت بڑا سانپ پھن پھیلائے پھر رہا تھا۔ انہوں نے نیزہ اس پر پھینکا وہ مر گیا۔ جنات نے فوراً ان صحابیؓ کو شہید کر دیا۔ جن بھی مر گیا، صحابیؓ بھی شہید ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ ان کا وجود اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور تمام واقعہ

عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ سانپ جن تھا، صحابیؓ نے اسے قتل کیا، جنوں نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ دعا کریں یہ زندہ ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب یہ شہید ہے اپنی منزل کو پہنچ گیا اگر تم چاہتے ہو کہ پھر یہ دار ابتلاء میں آئے تو میں دعا کر دیتا ہوں یہ زندہ ہو جائے گا تو عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ جب اپنی منزل کو پہنچ گیا، جنت میں پہنچ گیا، شہادت پر پہنچ گیا ہے اب اسے وہاں رہنے دیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کوئی جن سانپ کی شکل میں نظر آئے تو کوئی پرواہ نہیں اسے قتل کر دیا جائے اور جنوں کو حکم دیا تھا کہ موذی جانوروں کی شکلیں بنا کر انسانی آبادیوں میں مت آیا کرو۔ اور اگر کوئی سانپ، بچھو، بلکہ حکم ہے کہ اگر تم نماز پڑھ رہے ہو اور اگر سانپ یا بچھو نظر آئے تو نماز توڑ کر پہلے اسے مارو پھر نماز دوبارہ پڑھو۔ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حدیث سنائی تو ایک بوڑھے سے جن نے اپنے پپوٹے ہاتھ سے اوپر اٹھائے کہ اس کی آنکھیں ضعیف العمری کے باعث تقریباً بند تھیں، پلکیں اٹھ نہیں سکتی تھیں، اس نے ہاتھ سے پپوٹے اٹھا کر مجھے دیکھا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ ! کیا بات یاد دلا دی۔ میں اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھا یہ واقعہ میرے سامنے ہوا۔ تو شاہ صاحب فرماتے تھے میں تابعی ہوں میں نے جن سہی ایک صحابیؓ کو تو دیکھا ہے۔ شاہ صاحب بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ میں تابعیؒ ہوں۔

یہ سعادت مجھے بھی نصیب ہوئی۔ جو جن حضور ﷺ پر پہلے ایمان لائے تھے اور جن کا سورۃ الجن میں اور ایک دوسری سورۃ میں بھی تذکرہ ہے کہ انہوں نے قرآن سنا اور واپس جا کر اپنی قوم کو تبلیغ کی اور بتایا، ان جنوں کی اولاد کو جنات سیّد کہتے ہیں۔ جنوں میں بھی سیّد ہیں لیکن ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اولاد کو سیّد مانتے ہیں اور جن اُن جنوں کی اولاد کو اپنا سردار مانتے ہیں اور وہ بھی سید کہلاتے ہیں۔ تو ایک شاہ صاحب بزرگ صحابیؓ کشمیر کی پہاڑیوں میں، نیپال کے قریب ان کا مسکن تھا۔ کچھ عرصہ پہلے وہ دنیا سے وصال فرما چکے ہیں۔ پتہ نہیں کیسے، قدرت کے اپنے کرشمے ہوتے ہیں، کہیں میں بھی روحانی طور پر جا نکلا تو ان سے ملاقات ہو گئی۔ پھر میں نے انہیں دعوت دی کہ آپ اس مسجد میں دارالعرفان میں تشریف لائیں۔ تو فرمایا میں تو ہل جل نہیں سکتا مجھے کوئی پکڑ کر بستر سے اٹھاتا ہے اکثر نمازیں لیٹے لیٹے اشارے سے ادا کرتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت جو اٹھاتے بٹھاتے ہیں وہ وہاں بھی لا سکتے ہیں آپ تشریف تو لائیں۔ تو ان کے لیے میں نے انڈوں کا حلوہ بنوایا، چائے بنوائی۔ میرے ذاتی کپ میں سے تقریباً چوتھائی کپ چائے انہوں نے لی اور ذرا سا حلوہ اس میں سے انہوں نے لیا۔ اسی مسجد میں، اسی دفتر میں یہاں تشریف لائے۔ یہ شرف الحمدللہ، اللہ کی عطا سے مجھے بھی حاصل ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ میں کوئی بڑا آدمی ہو گیا ہوں اس لیے کہ یہ چیزیں روز حشر کام آنے والی ہیں۔ لوگوں کے سامنے ان کی اہمیت نہیں ہے لیکن میدان حشر میں کام آنے والی ہیں، ان کی حیثیت وہاں ہے تو اللہ کریم نے یہ ایسے انتظام فرما دیئے ہیں۔ اب میرے تو خواب و خیال میں نہیں تھا ایسا ہے۔ پھر جو حلوہ بچا تھا وہ میں نے لنگر والوں سے کہا کہ بہت سا بنا کر اس میں شامل کر دو اور ساتھیوں کو دو۔ ڈیڑھ دو سال ہو گئے کئی ساتھی ابھی تک اسے چلا رہے ہیں۔ ختم ہونے پر آئے تو اس میں اور پکا کر ملا لیتے ہیں۔

اللہ کریم نے آج سے چار سو سال پہلے حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدینہ منورہ سے روانہ فرمایا۔ برصغیر میں تبلیغ دین کے لیے مامور فرمایا۔ جن کا انتقال لنگر مخدوم میں ہوا۔ کوئی ان کے اصلی نام نامی سے واقف نہیں تھا آپ جہاں جاتے اللہ کے دین ہی کی بات کرتے تو ہمارے لوگوں نے نام ہی اللہ دین ڈال دیا۔ ہم تو آپ کو سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کی ولادت تین سو سال بعد ہوئی۔ پھر انہوں نے علم ظاہر حاصل کیا پھر مناظر بنے، متبحر عالم

بنے۔ پھر قدرت انہیں عجیب سے انداز سے حضرت خواجہ عبدالرحیمؒ کے پاس لے گئی جو اس وقت خواجہ اللہ دین مدنیؒ کے صاحب مجاز تھے اور ان کے مزار پر ہی مقیم تھے۔ وہ سبب بنے۔

انہوں نے حضرتؒ کو مراقبات ثلاثہ کرا کے برزخ میں پہنچا دیا، حضرت خواجہ اللہ دین مدنیؒ کے سپرد کر دیا۔ حضرتؒ کو لطائف، مراقبات، سیر کعبہ، فنافی الرسول، فنا بقا اور سالک المجذوبی کرنے میں پندرہ سال لگے۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں لطائف اس طرح کرتا تھا کہ تہجد کے بعد لطائف شروع کیے اور فجر کے بعد اشراق تک اور اشراق پڑھ کر چاشت تک، کھانا کھا کر دوپہر سے ظہر تک پھر ظہر سے عصر تک پھر عصر سے مغرب تک، پھر مغرب سے عشاء تک صرف لطائف کرتا تھا۔ پندرہ سال یوں ہی بسر ہوئے۔ فرماتے تھے میں نے اپنے شیخؒ سے عرض کی کہ حضرتؒ بڑا لمبا مجاہدہ ہو گیا تو حضرت سلطان العارفینؒ نے فرمایا کہ ہم پیلی اینٹیں نہیں پکانا چاہتے۔ بھٹہ پر اینٹیں پکتی ہیں جو پختہ ہوتی ہیں وہ سرخ ہو جاتی ہیں اور جو نیم پختہ ہوتیں ہیں وہ پیلی رہ جاتی ہیں تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت سلطان العارفینؒ نے فرمایا ہم پیلی اینٹیں نہیں پکانا چاہتے۔ وہ قدرت کی منصوبہ بندی تھی ساڑھے تین سو سال بعد ایک بندہ حاضر ہوا پھر اسے وہ مقامات تصوف و سلوک حاصل ہوئے جو چودہ صدیوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ تبع تابعینؒ کے بعد سے لے کر یعنی جب سے ولایت شروع ہوئی ہے تب سے لے کر آج کے دور تک جو مراقبات حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئے اس سے پہلے کسی ولی کو وہ مراقبات نصیب نہیں ہوئے۔ یہ چیزیں کتابوں میں نہیں ملتیں یہ صدری علوم ہیں سینے میں کتاب ہے اس میں لکھی ہیں۔ پھر مجھے حضرتؒ کے دامن سے وابستہ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

الحمد للہ، پچیس برس تک خدمت کا موقع نصیب رہا۔ پھر جماعت کی ابتداء ہوئی سب کچھ میرے سامنے ہوا پھر اجتماعات شروع ہوئے تو الحمد للہ پہلا اجتماع اس فقیر کے گھر پہ ہوا اور یہ دارالعرفان بننے تک، بیس برس سارے اجتماع، اللہ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ ان کی خدمت صرف میں کرتا رہا اور جہاں میں ہوتا تھا اجتماع وہیں ہوتا تھا۔ اسی (۸۰) میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ غالباً ۱۹۸۹ء میں اس کا نقشہ بنا، بنیادیں کھدیں، جگہ مختص ہوئی۔ یہ عام سی بے کار سی زمین پڑی تھی، جنگل تھا، پتھریلی سی زمین تھی۔ الحمد اللہ میں نے بہترین قابل کاشت ٹکڑا زمین کا اس کے بدلے میں دے کر یہ زمین مسجد کے لیے خرید کر دی۔ اب اس کے گرداگرد میلوں میں یہ ساری جائداد میں نے خریدی ہے۔ اللہ نے مجھے دی ہے میں نے اس ادارے کو دی ہے، اسی (۱۹۸۰ء) میں اس محراب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سنگ بنیاد رکھا۔ یہ وہ تسلسل ہے اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي کا تسلسل ہے۔ آپ تمام اولیاء اللہ کی سوانح پڑھ جائیں۔ میں آپ کو جانچنے کا ایک انداز بتاتا ہوں۔ یہ تو کوئی سننے والا کہے گا انہوں نے بڑ مار دی، اپنے شیخ کو بڑا بتا دیا لیکن ایک معیار ہے۔ جتنے بڑے سے بڑے نامور اہل اللہ گزرے ہیں۔ ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است۔

سارے ہمارے سر کے تاج ہیں۔ ہم ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہیں۔ سب اچھے ہیں ان میں کمی کسی میں نہیں ہے۔ سب اچھے ہیں، کچھ اچھوں میں بھی اچھے ہیں۔ کسی کی سوانح عمری میں مجھے یہ بات بتا دو کہ ان کے پاس جو آیا وہ صوفی ہو گیا، صاحب حال ہو گیا، اس کا دل روشن ہو گیا۔ کوئی ملتی ہے مثال؟ یہ سنت ہے جو آیا صحابیؓ ہو گیا، مرد آیا، صحابیؓ ہو گیا، خاتون آئی، صحابیہؓ ہو گئی۔ ساری تاریخ پڑھ لو ایک رابعہ بصریؒ کا نام ملتا ہے۔ کہیں ملتی ہیں خواتین ذاکر، صاحب حال اور فنا فی الرسول ﷺ۔ ملتی ہیں کہیں؟ مرد ملتے ہیں؟ کہ جو آیا کم از کم فنا فی الرسول ﷺ، فنا بقاء جیسے بچوں کو سبق دیا جاتا ہے اس طرح کسی کی سوانح عمری میں مجھے لا کر دکھاؤ۔ ہاں سب نے اس شمع کو روشن رکھا، سب کو ظاہری شریعت کا پابند کرنے کی تلقین فرمائی، تسبیحات عطا فرمائیں،

وظائف عطا فرمائے لیکن پانچ لاکھ اگر مرید تھے تو پانچ مریدوں کو قلبی نعمت سے سرفراز فرمایا اور یہ بھی بڑی بات ہے۔ میں نہیں جانتا کہ لوگ مولانا احمد علی لاہوری کو جانتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں لوگ نہیں جانتے۔ مجھے اللہ نے بتایا، میں جانتا ہوں، میرے شیخ نے بھی مجھے بتایا کہ وہ اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے، صاحب منصب تھے۔ دنیا میں قطب کے منصب پر چار آدمی ہوتے ہیں۔ تیجارب میں سے چار بندے چار قطب ہوتے ہیں ان چار میں سے ایک مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے۔ لیکن ان کے وصال کے بعد ایک بندہ بتاؤ جسے قلب بھی آتا ہو۔ کتنی جماعت مریدین کی تھی جسے پوچھو گے تسبیحات پڑھتا ہوگا۔ پھر یہ کام، یہ سنت تھی جو آیا دربار رسالت ﷺ میں صحابیت پا گیا۔ جو صحابہؓ کے پاس آیا، تابعیؒ ہو گیا۔ عورت تھی یا مرد، جو تابعیؒ کے پاس آیا تبع تابعیؒ ہو گیا۔ عورت تھی یا مرد۔ وہاں یہ سنت ختم ہو گئی پھر جو آیا مرید ہوا چند لوگ ان میں سے صاحب حال بنے۔ پھر صدیوں بعد یہ سنت زندہ کی حضرت مولانا اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جو آیا دولت قلب سے سرفراز ہوا۔ ہمارے ہاں مساجد میں غریبوں کو پانی بھرنے کی ڈیوٹی پر لگا دیتے ہیں اور اسے پنہارا کہتے ہیں۔ عموماً مساجد کے پنہارے خود بے نماز ہوتے ہیں گاؤں کے کمی کاری ہوتے ہیں اور خود نماز روزہ نہیں کرتے، مسجد میں پانی بھر دیتے ہیں میں اس بات کا شاہد ہوں، میرا رب جانتا ہے کہ میں نے حضرتؒ کی مسجد کے پنہارے کو بھی فنافی الرسول دیکھا۔ مجھے بتاؤ یہ بات کہیں ملتی ہے؟ کسی تاریخ میں کھنگالو۔

اس ہستی نے اس محراب میں سنگ بنیاد رکھا۔ ساتھ ایسے لوگ تھے، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتھ تھے وہ کہنے لگے حضرت اس کا رخ کعبہ شریف کو تو نہیں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا، بھئی کیا کہہ رہے ہو؟ یہیں کھڑے تھے۔ عرض کی، اس کا رخ کعبہ شریف کو تو نہیں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا قاضی صاحب ذرا غور تو کرو، پھر توجہ کرو۔ انہوں نے پھر عرض کی، جی میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا" قاضی صاحب آپ کو غلطی لگ رہی ہے"۔ دوبارہ عرض کی نہیں جی بالکل کعبہ کو نہیں ہے اس کا رخ حطیم کو ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا" قاضی صاحب! حطیم بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔ وہ حصہ ہے کہ جب قریش نے بیت اللہ کو شہید کر کے نیا بنایا تو ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا وہ مشرک تو تھے لیکن انہوں نے شرط لگائی تھی کہ اس کی تعمیر میں وہ مال دیا جائے جو حلال ہو اس پر حرام نہیں لگانا۔ تو حلال صرف اتنا جمع ہو سکا جس سے یہ چوکور عمارت بنی اور حطیم جتنا حصہ چھوڑ دیا گیا اور وہ دیوار بنا دی گئی کہ طواف کرنے والا اس سے باہر طواف کرے تو حضرتؒ نے فرمایا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا قاضی صاحب شرعاً دور سے، سمت کعبہ شرط ہے عین کعبہ شرط بھی نہیں ہے اور یہ تو عین کعبہ کو ہے آپ کہہ رہے ہیں اس کا رخ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح کے لوگ ساتھ تھے پھر قاضی صاحب فرمانے لگے۔ جب یہ مسجد بن رہی تھی تو یہ بے پناہ کھلی نظر آتی تھی، اتنے بڑے بڑے ہال پھر دو منزلیں پھر آگے اتنا ہال پھر اس کی دوسری منزل۔ پھر اگلا صحن، اس کے اوپر کی چھت، اتنے بڑے دو منزلہ کمرے دونوں طرف۔ تو قاضی صاحب کہنے لگے میں دیکھ رہا ہوں حضرت یہ کم پڑ جائے گا۔ اس وقت کون سوچ سکتا تھا، اس بات کو ۳۲ برس بیت گئے۔ اب یہ کم پڑ گئی ہے آج اس میں اضافے کا افتتاح ہو رہا ہے۔ ایک وہ افتتاح تھا جو ہمارے سامنے یہاں حضرتؒ نے فرمایا تھا۔ وہ کیسے لوگ تھے، کیا بندے تھے! جس ہستی کے شاگرد ایسے ہوں وہ ہستی خود کیا ہوگی! یہ کس کے دل کا نور ہے جو لاکھوں قلوب کو روشن کر رہا ہے۔ پھر قاضی صاحبؒ نے ایک بات اور کہی حضرت میں سمجھتا ہوں یہ دنیا کا مرکز ہوگی۔ حضرتؒ نے فرمایا آپ نے یہ بھی صحیح سمجھا۔ تیسری بات قاضی صاحب نے کی حضرت مجھے نظر آتا ہے یہ مرکز تو قیامت تک جائے گا۔ حضرتؒ نے فرمایا یہ بھی آپ نے صحیح سمجھا۔ آپ کو بس ایک جگہ ٹھوکر لگی باقی آپ کی بات صحیح ہے۔ آج میں دیکھ رہا ہوں اس بات کا تجربہ کر رہا

ہوں کہ یہاں رات کو 9:15 سے 10 بجے تک جو ذکر ہوتا ہے وہ بین الاقوامی ہوتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر امریکہ کے مغربی ساحل سے لے کر جاپان اور آسٹریلیا تک اور چین سے افریقہ تک ساتھی شامل ہوتے ہیں۔ ابھی تو ابتداء ہے لیکن اب جن لوگوں نے، جن کانوں نے یہ باتیں سنی تھیں انہی کی آنکھیں اس کو دنیا کا مرکز دیکھ رہی ہیں۔ دیکھ رہی ہیں نا۔ اب اس کے ساتھ دنیا کا مرکز ہونے میں کوئی شبہ ہے؟ بین الاقوامی مرکز ہے نا۔ عرب شریف میں جو لوگ حرمین کی حدود میں رہتے ہیں ان میں بھی کتنے لوگ ہیں جو رات کو اس مرکز کے ساتھ ذکر قلبی کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ نعمت غیر مترقبہ ہے، اللہ کس طرح پہنچاتا ہے۔ صدیوں پہلے بنیاد رکھی، پھر تین سو سال بعد ایک ہستی آئی پھر اس سے کام شروع ہوا پھر چلتے چلتے آج کہاں پہنچ گیا۔ اللہ اسے انشاء اللہ قیامت تک قائم رکھے گا۔

یہ عام افتتاح نہیں ہے، وہ افتتاح ہم نے دیکھا تھا ہمارے پاس قیامت کو پیش کرنے کا ایک سرمایہ ہے یہ افتتاح بھی انشاء اللہ بہت حاضرین کی شفاعت کا سبب ہوگا۔ ہمارے پاس ایک بات ہے کہ یوم حشر ہم کہہ سکیں گے کہ یا اللہ تیرے ایک مقبول بندے نے جب یہ افتتاح کیا تھا تو ہم بھی وہاں موجود تھے۔ یہ ہماری شفاعت کا سبب ہوگا۔ یہ کوئی رسمی افتتاح نہیں ہے کہ وزیر اعظم نے تختی لگا دی، نقاب کشائی ہوگئی۔ کسی کا وظیفہ بن جائے گا یا کسی کو دولت مل جائے گی۔ یہ قافلہ وہی قافلہ ہے جسے آپ کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا۔ شیطان بھی، بے چارہ شیطان، بدنصیب کہیے، ٹکریں مار مار کر سر پھوڑ پھوڑ کر رہ گیا۔ آپ اندازہ کر لیجیے میری ایک بات یاد رکھ لیجیے، جتنے لوگ اس قافلے سے بچھڑے اس کی دو وجہ ہوئیں۔ کسی کو اپنی بڑائی کا شوق چرایا، پیر بننے کا شوق ہوا، کسی کو اس دینی کام کے عوض دنیا سمیٹنے کا شوق آیا۔ شیطان نے ان دونوں طریقوں سے لوگوں کو توڑا لیکن قافلے میں ان کے ٹوٹنے سے کمی نہیں آئی، قافلہ بڑھتا گیا۔ جوں جوں آگے بڑھتا جا رہا ہے کارواں بنتا جا رہا ہے، کم ہمت، بدنصیب لوگ بچھڑتے رہتے ہیں، راہوں میں گرتے رہتے ہیں، ٹوٹتے رہتے ہیں، کوئی بڑی بات نہیں۔ کسی کا کسی شرعی مسئلے پر اختلاف ہو تو سامنے لائے، (کیا کسی نے) اتباع شریعت میں کوئی کمی دیکھی (تو چھوڑ کے) چلا آیا (یا) کسی نے خلاف شریعت کوئی کام دیکھا تو چلا گیا۔ یار جن اولیاء اللہ نے بھی پانچ پانچ لوگوں کو اللہ اللہ کرائی انہیں دنیا سے الگ کر دیا۔ بعض لوگوں نے شادیاں تک نہیں کیں بعض لوگ گھروں میں واپس نہیں گئے۔ یہ قوت حضرت شیخؒ کو اللہ نے ودیعت کی کہ نارمل انسانی زندگی گزارے، دفتری کام کرے، کاروبار کرے، شادی کرے، اولاد ہو، دنیا کے سارے کام کرے، اتباع شریعت کو مدنظر رکھے اور فنافی الرسول ﷺ بھی ہو۔ کہیں ملتی ہے یہ دولت؟ دنیا کے سارے کام کرتے ہیں، ایک ہی پابندی ہے کہ شریعت کے خلاف نہ ہو جائے۔ سب کام کرو شریعت کے خلاف نہیں۔ ہاں تنہائی میں بیٹھ کر کوئی مجاہدہ کرے تو مشاہدہ ہو جائے گا، کشف ہو جائے گا۔ بازار جائے گا لوگوں سے ملے گا تو نحوست پڑے گی، مشاہدات نہیں ہوں گے، کشف نہیں ہوگا لیکن کشف مقصود تو نہیں، قرب الٰہی مقصود ہے۔ کشف اللہ تو نہیں ہے، کشف بھی تو غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ مقصود تو نہیں ہوتا۔ کہیں تاریخ تصوف میں یہ دیکھ کر تو بتاؤ کہ نارمل انسانی زندگی گزارتے ہوئے اسے فنافی الرسول ﷺ اور فنافی اللہ نصیب ہو؟ نہیں ملتا سوائے مولوی اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں۔ تو خوش نصیب ہو تم لوگ، حضرات و خواتین جنہیں اس دوسرے افتتاح میں شمولیت نصیب ہے۔ یہ ۳۲ سال بعد، آج سے ۳۲ سال پہلے یہ بات ہو رہی تھی۔ ہم یہیں موجود تھے یہ ساتھی بھی موجود تھے کہ یہ جگہ کم پڑ جائے گی۔ بہت سے ساتھی

یہاں بیٹھے ہیں جو اس وقت بھی موجود تھے، یہ بات سن رہے تھے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں یہ جگہ کم پڑ گئی۔ ۳۲ سال قوموں کی زندگی میں کوئی عرصہ نہیں ہوتا اور یہ سلسلہ بھی ایک قوم ہے ایک nation بن گئی ہے، تصوف کی ایک nation بن گئی ہے۔ قوموں کی زندگی میں تو ۳۲ سال کوئی چیز نہیں ہوتے لیکن یہ تو اتنی جلدی ہم نے دیکھ لیا۔ ۳۲ سال میں ہی دیکھ رہے ہیں کہ اضافے کی ضرورت پڑ گئی اور اس ہال سے چار گنا آگے اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہ جو بڑے ہال ہم نے بنائے تھے اس سے چار گنا اضافہ آگے ہو رہا ہے اور اس سے زیادہ جگہ میں نے وقف کر دی ہے۔ انشاء اللہ جب پھر کبھی فرصت آئے گی ہم نہیں ہوں گے کوئی اور اللہ کا بندہ ہوگا وہ آگے اضافہ کر دے گا۔ انسان کو چلے جانا ہے لیکن اس مرکز کو رہنا ہے۔ یہ غزوۃ الہند بھی دیکھے گا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدیؒ کا جہاد بھی دیکھے گا اور یہ بھی حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ اس جماعت کے لوگ حضرت مہدیؒ کے جہاد میں شرکت کریں گے۔ یہ تاریخی باتیں ہیں، سینوں میں لکھ لو، ڈائریوں میں لکھ لو، دلوں پر لکھ لو اور یہ وہ حکایتیں ہیں جو قیامت میں بخشش کا سبب بنیں گی۔ یہ قصے کہانیاں نہیں، یہ دنیا کی محفلوں کو سجانے کے لیے نہیں ہیں۔ الحمد اللہ یہ وہ روایات ہیں جو نجات کا، بخشش کا سبب بنیں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کی تخلیق ہی اس لیے کی گئی ہے کہ کہیں ذکر ہو رہا ہو تو وہ وہاں حاضر ہو جائیں۔ تلاش کرتے رہتے ہیں کہیں ذاکرین کا مجمع ہو۔ حضور اکرم اصدق الصادقین ﷺ فرماتے ہیں مجلس میں لوگ ذکر الٰہی کر رہے ہوتے ہیں، ایک فرشتہ دوسروں کو کہتا ہے آجاؤ، ادھر آجاؤ یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ وہ جمع ہونا شروع ہوتے ہیں۔ بندے ذکر کرتے رہتے ہیں اور فرشتوں کی آمد بڑھتی رہتی ہے۔ فرمایا اگر وہ لمبا ذکر کرتے ہیں تو وہ آسمانوں تک پہنچ جاتے ہیں ایک دوسرے کے اوپر سے دیکھنے کے لیے۔ ذکر ختم ہوتا ہے دعا ہوتی ہے تو واپس ہوتے ہیں اپنے مقام پر تو اللہ کریم پوچھتے ہیں کہاں تھے؟ یا اللہ ذکر کی محفل میں تھے۔ میرے بندوں کو دیکھا ہے؟ دیکھا ہے۔ کس کے لیے ذکر کرتے ہیں؟ تیری رضا، تیری چاہت کے لیے، وہ تیرے عشق میں پاگل ہو رہے تھے تو فرمایا، اللہ فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا۔ تو ان میں سے فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ وہ سارے ذکر کے لیے نہیں آئے تھے کچھ ایسے بھی تھے جن کو ان سے کچھ کام تھا جو ذکر کر رہے تھے۔ اس کام کے لیے آئے تو مجبوراً وہاں بیٹھ گئے کہ اب یہ فارغ ہوں گے تو بات سنیں گے۔ تو فرماتے ہیں میں نے ان کو بھی بخش دیا۔ **هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ**

بخاری شریف کے الفاظ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں ایسی قوم ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اللہ فرمائیں گے جو اپنے کام سے آئے لیکن ذکر میں بیٹھ گئے میں نے ان کو بھی بخش دیا۔ یار یہ وہ موقع ہے کہ کوئی ویسے دیکھنے کو آگیا کہ کیا ہو رہا ہے وہ بھی بخشا گیا، کمال ہے۔ تو یہ وہ تاریخی حقیقتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے رکھیں اور یہ سب اس آیت کی تفسیر ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ٥

اب ایک دعا ضرور کرو اللہ ہمیں اس پہ قائم رکھے۔ اپنی یاد میں موت نصیب فرمائے اور اپنی یاد میں قبر سے، حشر میں کھڑا ہونا نصیب فرمائے۔ یہ لمحے، یہ ساعتیں یہ وہاں کام آئیں گی۔ انشاء اللہ ہم بھی وہیں ہوں گے انشاء اللہ آپ بھی ہوں گے۔ اللہ کی بارگاہ ہوگی رسول کریم ﷺ ہوں گے شیخ المکرم ہوں گے اور یہ ساری باتیں وہاں کام آئیں گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین.

اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضور اکرم ﷺ کا نام نامی آپ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا تھا۔ عام طور پر اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ رجاء ان محمد۔ عبدالمطلب نے آثار نیک دیکھ کر محمد نام رکھا کہ مستقبل میں یہ مولود سعید آقائے نامدار ﷺ مجموعہ محامد اور مرجع خلائق بنے۔

اگرچہ عام طور پر نام کی صرف اس قدر ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ چند چیزوں میں باہم امتیاز قائم رہے لیکن نام کی صحیح اور حقیقی غرض یہ نہیں اسم کو اپنے مسمی کے صفات، خواص اور حالات کا آئینہ ہونا چاہیے، افراد کے نام رکھنے میں تو اس کا کم لحاظ کیا جاتا ہے لیکن عموماً انواع اور اجناس کے نام اسی مقصد کو پورا کرتے ہیں مثلاً انسان، مسلم، قوم وغیرہ۔ البتہ شاذ و نادر طریقہ پر افراد و اشخاص کے ناموں میں بھی اس کا لحاظ کرلیا جاتا ہے مثلاً مسیح اور بدھ یہ دونوں نام اپنے مسمی کے اوصاف اور خواص کو بتلاتے ہیں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ آپ سے پہلے عرب میں اس نام کا پتہ نہیں چلتا مورخین اکثر لکھتے ہیں وَلَمْ یَکُنْ شَائِعًا بَیْنَ الْعَرَبِ ھٰذَا الْاِسْم اس حالت کو تسلیم کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اتفاقی طور سے نام مبارک کا عبدالمطلب کے ذہن میں آنا منشائے خداوندی معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نام کا محل کامل دنیا کو اپنے وجود گرامی سے مشرف کر چکا تو پھر بھی فطری طور سے نام رکھنے والے کے ذہن میں وارد ہوا۔ نام مبارک کا عام اور سادہ ترجمہ یہی کیا جاتا ہے کہ وہ ذات جس کی تعریف کی گئی۔ اس ترجمہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس جامعیت کبریٰ، برزخ کامل اور مقصود آفرینش کے فضائل و کمالات کے سامنے ترجمہ ہیچ ہے۔ اللہ کے تمام نبی اس کے نزدیک موجب توصیف ہیں۔ دنیا کے تمام حکیم، فاتح عام انسانوں کی نظروں میں لائق مدح وحقائق ہیں۔ اس لئے ترجمہ کی صحت کو پورے طور پر تسلیم کرتے ہوئے تفحص کو اور زیادہ وسعت دیں صاحب مفردات کے نزدیک محمد ﷺ کے معنی مجموعۂ خوبی کے ہیں۔

اے تو مجموعۂ خوبی! بچہ نامت خوانم

اے تمام خوبیوں کے مجموعہ! میں تجھے کس نام سے پکاروں۔

کارساز قدرت کی وسعت لامحدود، اس کے کرشمے ناقابل شمار، اسکی خلقت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے وا ہے۔ غور کرنے سے ہم اپنی عقل کے مطابق اس فیصلہ پر پہنچتے ہیں کہ قدرت نے تخلیق انواع کیلئے ایک معیار مقرر کیا ہے۔ مخلوقات کی ہر نوع کا ایک درجہ کمال ہے کہ

جس کے آگے اس کا قدم نہیں بڑھتا۔ حیوانات ،نباتات اور جمادات تک میں اس کے شواہد مل سکتے ہیں۔صورتیں ایک ہیں شکلیں متحد ہیں اوصاف مختلف ہیں لیکن ان مختلف اوصاف کی ایک انتہا ہے جسے جنس اعلیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ جس کے آگے کوئی درجہ نہیں ۔ ہر نوع میں جنس اعلیٰ کو جس پر اوصاف جامعیت کے ساتھ ختم ہوتے ہیں ہم مقصود فطرت اور نقطۂ تخلیق کہہ سکتے ہیں۔اس نقطۂ تخلیق کی اصلاح کو پوری طرح ذہن میں رکھنا چاہیے۔ یہ بات تھوڑے سے غور اور مشورے سے سمجھ میں آسکتی ہے ،تفحص اور تفتیش کے بعد تمام انواع مخلوقات کے اوصاف کا ایک درجہ اعلیٰ پاتے ہیں کہ جس کے آگے انسانی معلومات میں کوئی درجہ نہیں۔

دوسرے تمام انواع کی طرح اس مقصود فطرت کو انسانوں کی جماعت میں بھی تلاش کرنا ضروری ہے ۔دوسری مخلوقات اور انسانوں میں ایک عام اور بین فرق یہ ہے کہ وہاں نوع کے سینکڑوں افراد میں اور یہاں اوصاف وخصوصیات کے اعتبار سے ہر فرد اپنے مقام پر نوع مستقل ہے۔آفرینش انسان کی مجمل یا مفصل تاریخ پر ایک اجمالی نظر یہ بتلاسکتی ہے کہ آج بھی انسان کی شکل وشباہت ،اس کے اعضاء وجوارح ،اس کا ڈھانچا ،جسمانی ساخت ٹھیک وہی ہیں سب چیزیں وہی ہیں جو دنیا کے پہلے انسان کی تھیں ۔لیکن دماغی کیفیتوں کا حال اس سے جداگانہ ہے۔ان میں برابر ارتقاء اور اختلاف جاری ہے۔اب اگر انسان کی اس ارتقائے دماغی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے ماقبل اور مابعد ادبوں اور زبانوں کی تاریخ میں ارتقائے دماغی کی آخرترین سرحد اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ ذات قدسی صفات آقائے نامدار ﷺ کی ہے لُغات قاموس نے لفظ حمد کے ایک معنی قضاء الحق کے بھی بتلائے ہیں پس لفظ "محمد" کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ جس کا حق پورا کر دیا گیا ہو یعنی قدرت کی جانب سے نوع انسانی کو جس سرحد کمال تک پہنچانا مقصود تھا اور انسان کا اپنے خالق پر جو حق تخلیق مقرر تھا وہ محمد ﷺ پر پورا کر دیا گیا۔علم وعمل ،خلق وخُلق ، دماغ اور کیریکٹر ،ارتقائے ذہنی اور ارتقائے عملی یہی دو چیزیں انسان کا خلاصہ اور اس کی کائنات تخلیق کا لب لباب ہیں ۔اول ،ثانی کیلئے بنیاد ہے عمل ،علم پر ، کیریکٹر ،دماغ پر ،خُلق خَلق پر قائم ہے۔ یہ ایک عجیب نکتہ ہے۔جتنی ہی کسی انسان کی حالت مکمل ہوگی اسی قدر اسکی خلقی کیفیت راسخ ومستحکم ہوگی ایک کا کمال دوسرے کے کمال کی علامت اور ایک کا نقصان دوسرے کے نقصان کی نشانی ہے ۔تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ کیریکٹر اور اخلاق کی جملہ شاخوں کی پختگی اور تکمیل کا جو نمونہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ نے پیش کیا عالم انسانی اسکی نظیر سے عاجز ہے کہ خود دشمنوں کے اقرار سے اس کو فرمادیا گیا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡم ۔

محاورہ عرب سے حمد کے معنی یہ بھی معلوم ہوتے ہیں کہ کسی کام کو اپنی قدرت کے مطابق انجام دینا۔حماسیات میں نیزہ بھر پور پڑنے کے وقت حَمِدْتُ بَلَاءُہٗ (میں نے وار پورا کیا)

کا محاورہ بہت مشہور ہے۔اس معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اور اوپر کے مضمون کو پیش نظر رکھ کر بے تامل کہا سکتا ہے کہ لفظ محمد ﷺ کے معنی مخلوق کامل کے بھی ہیں۔

منجملہ دیگر کمالات نبوت و معجزات رسالت کے ایک معجزہ حضور اکرم ﷺ کا نام نامی بھی ہے یہ زندہ جاوید معجزہ بعثت کے وقت سے ہنوز اپنے فضائل کی شہادتیں پیش کر رہا ہے صاحب قاموس نے لکھا ہے مُحَمَّد ﷺ اَلَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ یعنی جس کی تعریف کا سلسلہ ختم ہی نہ ہو تعریف کے بعد تعریف اور توصیف کے بعد توصیف ہوتی رہے۔زمانہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اور انسان اپنی سعی و کوشش کے مطابق جس درجہ ترقی کرتا جاتا ہے محض اعتقاداً نہیں بلکہ واقعتہ رسالتماب روحی فداہ ﷺ کے کمالات سے پردہ اٹھتا جاتا ہے۔علماء و فضلاء یورپ کی اکثریت تاریخ اسلام کے تحت اپنا مطالعہ جس قدر گہرا کرتی جاتی ہے دنیا کی مختلف پریشانیوں اور بے قراریوں کو معلوم کرنے کی ضرورت اتنی ہی ان کے نزدیک بڑھتی جاتی ہے بادل ناخواستہ انہیں اس راہ کی طرف آنا پڑتا ہے اور زبان اعتراف کھولنا پڑتی ہے کہ بے شبہ پیغمبر اسلام کے قانون دنیا کی ضرورتوں کے کفیل اور ان کی زندگی عالم انسان کیلئے ایک بہترین نمونہ ہے۔اہل ایشیاء کا رجحان طبعی جتنا روحانیت اور سادگی کی طرف بڑھ رہا ہے اسی قدر وہ پیغمبر عالم ﷺ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے یہ دنیا کا واحد معجزہ ہے کہ نام مبارک تیرہ سو برس پہلے سے اس آنے والی حالت کا پتہ دے رہا ہے۔مستقبل میں دنیا کی عمر جس قدر دراز ہوگی خواہ وہ موجود حالت میں ترقی کرے جس کی بظاہر امید نہیں اور خواہ وہ اپنے پچھلے سبق دہرائے دونوں حالتوں میں اسے کمالات نبوت کے اعتراف سے چارہ نہ ہوگا اس حیثیت سے نام مبارک محمد ﷺ کا ترجمہ، سلسلہ اوصاف و محامد ہوگا۔

جیسا اوپر کہا گیا ہے عام طور سے اشخاص کے نام اور اوصاف باہم کوئی نسبت نہیں رکھتے شاذ و نادر اتفاقی حیثیت سے تناسب بھی مل جاتا ہے اور ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ کسی انسان کا وہ نام رکھا گیا ہو جو اسکی تمام زندگی کا آئینہ دار اور اس کی شبہائے حیات کی تفصیل ہو۔مگر نام نامی آقائے نامدار ﷺ اس سے مستثنیٰ ہے۔اسی مطابقت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خاص نام کے رکھنے کے لیے عبدالمطلب کو ایک غیبی تحریک ہوئی۔

اب غور کیا جائے کہ آنحضرت کی زندگی کا خلاصہ دوست و دشمن کی یکساں تنقید، کافروں کی رائے زنی کا ماحصل اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ علم و عمل، ظاہر و باطن، خَلق و خُلق ہر حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کی زندگی قابل تعریف ہے، اور انہی کے خلاصہ حیات کا ترجمہ ہے محمد ﷺ۔

اور اس سے بھی زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ نام مبارک نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین ہونے کی دلیل بھی ہے۔کمال اور کمال اختلاف بھی انبیاء علیہم اسلام کی مخصوص اور ممتاز صفات میں سے ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کا کمال علمی و عملی کسی ایک خاص صفت

میں مخصوص تھا لیکن حضور اکرم ﷺ کی جامعیت آپ کی سوانح اور تعلیمات سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ لفظ ''محمد'' کے معنی مجموعۂ خوبی اور مخلوق کامل کے ہیں جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس کے آگے کوئی نقطہ ہی نہیں ہے۔ اسی حالت پر کمال کلی کی انتہا اور معارف کا اختتام ہے جس کے بعد نہ کسی نبی کی حاجت، نہ کسی نبی کا وجود ممکن ہے۔ مستشرقین یورپ میں سے جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے وہ باوجود ہزار سعی تنقیص، اعتراف کمال پر مجبور ہوئے ہیں ولیم میور اور مارگولیتھ جیسے متعصب لوگوں کو بھی کھلے اور چھپے لفظوں میں اس کا اقرار کرنا پڑا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیم انتہائی سچائی اور حقیقی صداقت پر مبنی نظر آتی ہے۔ عہد نبوت میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بعض سخت ترین منکر ایک توجہ نظر اقدس کی تاب نہ لا سکے عبداللہ بن سلام جو نامور علماء یہود میں سے تھے وہ جس طرح ایمان لائے معلوم ہے۔ بعثت کے حالات، سیرت طیبہ، تعلیم و تلقین اپنے اندر کچھ ایسی کشش رکھتی ہے کہ مخالف سے مخالف اور سخت سے سخت حریف اعتراف پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی خاصیت اور بے اختیارانہ کشش کو نام مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔ لفظ ''محمد'' عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے جو باب تفصیل کا مصدر ہے اس باب کے معنی کے خواص میں سے ہے کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طور پر مانا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہر طاقت نے وجود میں آنے کیلئے مجبور کیا یعنی کسی طاقت نے بے اختیار کر کے پھیر دیا

اس طرح محمد کے معنی ہیں وہ جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو۔ اس معنی سے اسی قوت جاذبہ اور کشش اصلی کی طرف اشارہ ہے۔ عبداللہ بن سلام کے متعلق مروی ہے کہ وہ چہرہ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ھٰذَا الَیْسَ بِوَجْهِ کَذَّاب یعنی یہ چہرہ جھوٹے کا ہرگز نہیں یورپ میں بڑی ہوشیارانہ تدبیر سے محمد ﷺ کو بدترین پیرایوں میں دکھلانے کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن اب بعض جماعتوں اور خدا ترس بندوں کی طرف سے جو مساعی جمیلہ کی جارہی ہیں انہوں نے تجربہ کرا دیا ہے (ثابت کر دیا) کہ جب کبھی اصل صورت ان کے سامنے پیش کی گئی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ یہی تو ہمارا کعبہ مقصود ہے۔

اس باب کی دوسری خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کام کے اس طور پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں کا استقصاء کئے ہوئے ہو۔ کوئی جزو اس سے چھوٹا ہوا نہیں جیسے قَتَّلَ تَقْتِیْلاً یعنی خوب خوب قتل کیا۔ اس خاصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے نام مبارک کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ محمد ﷺ یعنی جس کا جزو جزو قابل تعریف ہے۔ اصلاح نفس، تدبیر منزل اور تدبیر مدن کی وہ کونسی شاخ ہے جس کا عملی نمونہ ذات قدسی صفات محمد ﷺ نے پیش نہیں کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کا تمام تر سلسلہ، عالم میں ایک خاص ترتیب و نظام کے ساتھ آیا اور ہر ایک اپنے اندر کوئی نہ کوئی کمال اخلاقی یا عرفانی یا انتظامی لایا۔ یہ بابرکت سلسلہ جب اپنی حد و نہایت کو پہنچا تو ضرورت ہوئی کہ عالم انسانیت کے سامنے

ایک ایسا نمونۂ کامل پیش کی جائے جوان تمام صفات کا مجمع اورفضائل کا آئینہ ہوجس کی زندگی کوسامنے رکھنے سے موسویانہ مستی مسیحانہ اخلاق اورابراہیمی محبت بیک وقت نظر کے سامنے آجائے اوران تمام اوصاف میں اپنے متقدمین سے بالاتر ہو۔ وہ ہستی جامع اور برزخ کامل ذات پاک محمد رسول ﷺ ہے اسی لیے حضرت مسیح نے اپنی بشارت میں لفظ احمد فرمایا یعنی وہ آئے گا جواپنے تمام پہلے آنے والوں کا سرداراورسب پر فائق ہوگا۔دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اپنی کامل نشو ونما جب ہی پائی ہے جب وہ معرفت وروحانیت کی آغوش سے نکل کرسلطنت اورحکومت کی گود میں چلے گئے مسیحی مذہب کی ترقی رومی بادشاہوں کی رہین احسان ہے۔بودھ نے بہت کچھ تبلیغ کی لیکن اس کا عالمگیر مذہب بھی اس وقت اپنی تکمیل کرسکا جب وہ اشوک خاندان کی سرپرستی میں آگیا لیکن اسلام اپنی تاریخ میں بالکل علیحدہ ہے، وہ جن جن ملکوں میں گیا اورجن جماعتوں میں پھیلا اخلاق اورروحانیت سے پھیلا ۔غریب تلوار تواسلام میں روحانیت اورمذہب کے داخلہ کے بعد گئی ہے۔افریقہ اور ہندوستان کی نظیریں اس بارہ میں بہت صاف ہیں اس نعمت تبلیغ کوبھی نام مبارک میں ظاہر کردیا گیا ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بظاہران مقاصد کے مٹنے کی صورت نہیں ہوتی لیکن فطرت کی تدبیریں اندر اندر جاری رہتی ہیں ایک وقت معین پر ظاہر ہوجاتی ہیں۔فطرت کی رفتار ہوا کی طرح تیز اورسیلاب کی طرح نرم ہوتی ہے خوش تدبیری اورحسن اسلاب کے موقع پر بھی حمد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے پس لفظ "محمد" کے ایک معنی یہ بھی قرار دیے جاسکتے ہیں کہ وہ جس کے ساتھ خوش تدبیری شامل ہو،آپ کی تعلیم کی وسعت سے آپ کا لایا ہوا دین،خدا کی خاص مرضی،اللہ کی خاص تدبیر سے عالم میں پھیل گیا جس کی سرعت اوربغیر جدو جہد رفتار ترقی سے اس وقت بھی دنیا متحیر ہے الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف خوبیوں کا موقع اور بڑے فضائل کا خلاصہ ہے۔ایک طرف وہ اپنے مسمیٰ کے کام اورکام کے انجام کی پیش گوئی ہے دوسری طرف اس کے کاموں کی تاریخ اوراس کی تعلیم کا لب لباب ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے نبی ﷺ کا ایسا پاک نام رکھا اورپاکیزہ ہے وہ نبی ﷺ جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے آراستہ کیا۔

................(تفسیر ماجدی)

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کردے سماء اُبھار کر
اکبراسی کا ورد تو صدق دل سے بیشمار کر
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

کینہ طبعی کا غیر موجب عقاب ہونا

قولہ تعالیٰ: وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (الاعراف:43)

ترجمہ: اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کردیں گے۔

"روح میں ہے کہ ان کے قلوب میں جو بتقاضائے طبیعت بعض معاملات دنیویہ کے سبب کچھ مخفی عداوت وکینہ تھا وہ نکال دیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو کینہ طبعی غیر اختیاری ہو وہ دخول جنت سے مانع نہیں"۔

....

جنت میں سب کو سب کے ساتھ محبت ہوگی۔ تو فرماتے ہیں روح المعانی میں ہے کہ ان کے قلوب میں جو بتقاضائے طبیعت معاملات دنیویہ کے سبب کچھ مخفی عداوت وکینہ تھا وہ اللہ نے نکال دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو کینہ طبعی غیر اختیاری ہو وہ دخول جنت سے مانع نہیں۔ یعنی نیک ہونے سے کچھ فطری انسانی مزاج کی عادتیں ہوتی ہیں۔ کسی نے اسے ایسا دکھ دیا ایسی بات کہہ دی کہ دل میں اس کے خلاف دکھ بیٹھ گیا تو فرمایا یہ نیک ہونے کے منافی نہیں ہے اور پھر بڑی عجیب بات ہے انسان کا مزاج برزخ میں وہی رہتا ہے جو دنیا میں ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دکھ کسی کے متعلق یا جو محبت کسی سے تھی وہ برزخ میں رہے گی۔ کسی کے ساتھ ناراضگی تھی وہ برزخ میں رہے گی اس لئے دخول جنت کے وقت وہ نکال دی جائے گی۔ تو دل میں تھی تو نکالی جائے گی۔ تو برزخ میں مزاج وہی رہتا ہے جو دنیا میں ہوتا ہے اور احساسات بھی وہی ہوتے ہیں۔

....

وصول کا موہوب ہونا کسب نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (الاعراف:43)

ترجمہ: اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر حق تعالیٰ ہم کو پہنچاتے۔

"اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وصول الی المقصود وہبی ہے کسبی نہیں اور جس کسب کا ظاہراً کچھ دخل بھی ہے وہ کسب خود وہبی ہے"۔

....

فرماتے ہیں اللہ جل شانہ کی رضا کو ہر کوئی اپنی

حیثیت کے مطابق پاتا ہے۔ایک عام آدمی بھی رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے، ایک عالم ربانی بھی رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے۔ایک صحابیؓ بھی رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے۔اللہ کا نبیؑ بھی رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے۔تو ہر ایک کی اپنی شان ہے اس کے مطابق اسے وہ نصیب ہوتی ہے۔تو فرماتے ہیں یہ اللہ کی عطا ہے اور حق یہ ہے کہ اگرچہ عمل کسب ہے۔بڑی نازک بات حضرتؒ نے کی ہے۔نیکی کرنا مجاہدہ ہے، کسب ہے، بندے سے متعلق ہے۔لیکن فرماتے ہیں یہ بھی وہبی ہے۔یہ بھی اللہ کی عطا ہے جسے چاہتا ہے توفیق عطا کر دیتا ہے۔ حضرت نے بہت نازک اور باریک بات فرمائی ہے اور یہ صوفیوں کو یاد رکھنی چاہیے کہ اگر تمہیں مجاہدے کی توفیق ملی، تم نے راتیں اللہ اللہ میں بسر کر دیں، تمہیں مراقبات نصیب ہوئے، تم بارگاہ نبوی میں پہنچ گئے تو یہ نہ سمجھو یہ تمہارا کمال ہے یہ سمجھو یہ اس کی عطا ہے۔فرماتے ہیں مجاہدہ بظاہر کسبی ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ بھی وہبی ہے۔یہاں اہل جنت کا قول نقل کیا ہے کہ وہاں انہیں یہ ادراک ہوگا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے ہم یہاں کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ نہ پہنچا دیتا۔یعنی یہ سب کچھ وہبی ہے اللہ نے اپنی عطا سے ہمیں دیا ہے۔تو فرماتے ہیں دنیا میں مجاہدہ بظاہر تو کسبی ہے لیکن نصیب اسے ہی ہوتا ہے جسے اللہ دے۔کسب کی توفیق بھی تو وہی دیتا ہے۔اب رہ گئی یہ بات کہ جنہیں نصیب نہیں ہوتا تو کیا اس کا مطلب ہے انہیں اللہ توفیق نہیں دیتا۔تو وہ مجاہدہ نہیں کرتے؟ پھر ان کا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ایسی بات نہیں ہے۔اللہ کن کو توفیق دیتا ہے وہ بھی اس نے بتا دیا ہے يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ:13) جس کے دل کی گہرائی میں یہ بات آ جائے کہ مجھے اللہ کی رضا چاہیے اس پر توفیق ارزاں کر دیتا ہے اور جو دل سے اس کو نہ مانے اسے نہیں دیتا۔

....

طریق میں تغیر قولی یا عملی تغیر کرنے والوں کی مذمت

قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (الاعراف:45)

ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے ہیں۔

''ان ہی کے مشابہ وہ لوگ ہیں جو سالکین طریق حق تعالیٰ کو روکتے ہیں اور اس میں کجی کا قصد کرتے ہیں اس طرح پر کہ اس کو ایسے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے سالک کو نفرت ہو جاوے جیسے اہل بدعت اور اہل ریاء''۔

....

فرمایا یہ آیہ کریمہ شاہد ہے کہ ان لوگوں کی بہت مذمت کی گئی ہے جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور بغاوت کے رستے پر چلاتے ہیں۔فرمایا اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگ بدعات میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ ان لوگوں کو جو سلوک سیکھ رہے ہیں اللہ اللہ کر رہے ہیں ان کو بھی ترغیب دیتے ہیں،

چھوڑ دیا، چھوڑ و اس میں زیادہ فائدہ ہے۔ یہ رسم کرو، یہاں عرس مناؤ، یہ گیارہویں شریف مناؤ اس سے فائدہ ہے۔ یہ کیا تم لگے ہوئے ہو۔ تو فرمایا وہ بے دین جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں وہ اور یہ اہل بدعت جو راہ سلوک سے اہل سلوک کو ترغیب دے کر روکنا چاہتے ہیں یہ برابر ہیں۔

....

ذمائم کا بعد موت کے بھی رہ جانا

قولہٗ تعالیٰ: وَ نَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ (الاعراف:50)

ترجمہ: اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا کچھ دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔

"بعض نے کہا ہے کہ چونکہ یہ کفار شکم کے بندے اور کھانے پینے کے حریص تھے تو اسی حالت میں مرے اور اسی حالت پر ان کا حشر ہوا کہ کھانا اور پانی ہی مانگتے رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذمائم بعد مرگ بھی باقی رہتے ہیں"۔

....

حضرت تھانویؒ نازک باتیں کر جاتے ہیں اور چند لفظوں میں کر جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور دیکھو کشف تو اہل دوزخ کو بھی ہو گیا جو اہل جنت کو دیکھ رہے ہیں۔ تو صرف مشاہدہ مطلوب نہیں مقصود رضائے الٰہی ہے۔ دوسری بات وہ فرماتے ہیں کہ جو بری عادتیں آدمی دنیا میں ترک نہیں کرتا وہ آخرت میں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ اہل جنت کے بارے ہے کہ ان کے دل میں کوئی کدورت ہو گی تو نکال دی جائے گی لیکن دوزخیوں کی صفائی تو کوئی نہیں کرے گا۔ تو کہتے ہیں ایسے بدبخت ہیں دوزخ سے جنت نظر آ گئی، اہل جنت نظر آ گئے تو ان کے منہ سے یہ نہیں نکلتا ہمارے لئے دعا کرو ہمیں دوزخ سے نجات مل جائے۔ وہاں بھی انہیں کہہ رہے ہیں کچھ کھانا ہمیں دے دو، کچھ پانی ہمیں دے دو۔ دنیا میں بھی شکم پری پر رہے، آخرت ضائع کر گئے اور مرنے کے بعد دوزخ میں بھی پیٹ بھرنے کے لئے مانگ رہے ہیں۔ یہ توفیق نہیں کہ نجات کے لئے دعا مانگیں۔ یعنی اگر تمہیں اہل جنت سے بات کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے تو ان سے کہو ہمارے لئے دعا کرو اللہ ہمیں جنت میں پہنچا دے، دوزخ سے نجات دے۔ فرمایا پس دنیا میں جو عادتیں تھیں وہ ایسی راسخ ہو گئیں کہ دنیا میں حلال حرام کی پرواہ نہیں کی۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پرواہ نہیں کی۔ صرف پیٹ بھرنے پر لگے رہے تو دوزخ میں بھی کھانا پانی مانگ رہے ہیں کہ پانی دے دو، ہمیں کھانا دے دو۔ تو فرمایا یہ جو گناہ ہیں ان سے جان چھڑانا اس لئے ضروری ہے کہ یہ قبر میں، برزخ میں، آخرت میں بھی یہ عادتیں نہیں چھوٹتیں۔ سمجھا رہے ہیں کہ دنیا میں ہی دامان رسول ﷺ کو تھام لو اور ان سے بچ جاؤ۔ یہ مسئلہ وہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ

یہی تھوڑا سا وقت ہے تمہارے پاس۔ کیا خبر اگلی سانس آئے نہ آئے۔ کیا خبر یہاں سے اٹھیں نہ اٹھیں۔ تو برائی سے جان چھڑانے کا موقع اس دنیاوی زندگی میں ہے کہ دامان محمد رسول اللہ ﷺ کو تھام لو۔ آپ ﷺ کی غلامی کرلو اور ان سے جان چھڑا لو ورنہ برائیاں جہنم میں بھی ساتھ جائیں گی۔ اللہ اللہ اللہ۔

....

متشابہات میں صوفیہ کا مذہب

قولہٗ تعالیٰ: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (الاعراف:54)

ترجمہ: پھر عرش پر قائم ہوا۔

''سلف کا مذہب ایسے نصوص میں تفویض مراد کی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے یعنی جو استواء حق تعالیٰ نے مراد لیا ہے اور وہ حق تعالیٰ کی شان کے موافق ہے وہی مراد ہے اور اکثر حضرات صوفیہ کا یہی مذہب ہے''۔

....

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر عرش پر قائم ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ کائنات بنانے کے بعد عرش پر کرسی پڑی ہے، اس پر جلوہ افروز ہو گیا۔ تو یہ بعض علماء ظواہر نے کہا ہے اکثریت نے نہیں کہا۔ اکثریت نے یہ کہا ہے کہ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ سے یہ مراد ہے کہ اللہ کریم نے دنیاوی کاموں کے حکام کو فرشتوں کے ذریعے نافذ کرنے کیلئے عرش کو سیکرٹریٹ بنا دیا ہے۔ تو جو احکام الٰہی دنیا میں نافذ ہونے ہیں وہ عرش سے آتے ہیں، فرشتوں کو ملتے ہیں اور وہ نافذ کرتے ہیں۔ جو اعمال یا جو دعائیں زمین سے جاتی ہیں وہ عرش تک پہنچتی ہیں اور وہاں اس کے فیصلے ہوتے ہیں۔ تو وہ چونکہ مرکز بن گیا جسے آپ حکومت کا سیکریٹریٹ کہتے ہیں یا کسی وزارت کا کہ اس وزارت سے متعلقہ سارے امور وہاں آتے ہیں۔ تو اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس کا اسْتَوٰی اس کی شان کے لائق ہے۔ اور جب بھی اس طرح کے الفاظ اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ان سے معنی بعید مراد ہوتا ہے۔ ہر لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ معنی قریب اور معنی بعید مثلاً ایک لفظ آیا قرآن کریم میں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِم (الفتح:10) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جب اللہ کے لئے ہاتھ استعمال ہوا اور انسان کے لئے بھی ہاتھ کا لفظ استعمال ہوا تو فرمایا کہ جب ید کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو اس کا معنی بعید ہوگا۔ معنی بعید سے مراد یہ ہوتا ہے کہ میرا ہاتھ اس پر ہے۔ یعنی میری حمایت اس کے ساتھ ہے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ اس پر میرا ہاتھ ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ میری ساری حمایت اس کے ساتھ ہے تو یہ معنی بعید ہے یعنی اس عمل کا نتیجہ۔ تو فرمایا جو صفت بندے کی طرف منسوب ہوتی ہے تو جب ایسی صفت اللہ کی طرف منسوب کی جائے تو اس سے معنی بعید مراد ہوگا۔ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ سے بھی معنی بعید مراد ہوگا کہ مخلوق کے سارے فیصلے، ساری حاجات عرش کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ عرش ان

کا قبلہ ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ کریم وہاں مقید ہو کر بیٹھے ہیں۔ وہ تو لامکاں ہے کوئی مکاں اسے قید نہیں کر سکتا۔ وہ ہر جگہ، ہر لمحہ، ہر آن ذاتی طور پر موجود ہے۔

....

صوفیہ کے اس قول کے معنی کہ لطائف عالم امر سے اور فوق العرش ہیں

قولہٗ تعالیٰ: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ (الاعراف:54)

ترجمہ: یادرکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا

"روح میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس سے کلام الٰہی کا غیر مخلوق ہونا مستنبط کیا ہے یعنی کلام حق اس کا امر تو یقیناً ہے اور امر کو مقابل فرمایا ہے خلق کا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ خلق سے منزہ ہے۔ اور یہ استدلال کچھ نہیں اس لئے کہ یہاں دوسری تفسیر بھی متحمل ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ خلق تو ماتحت عرش کے ہے اور امر مافوق عرش کے ہے۔ آہ حاصل اس تفسیر ثانی کا یہ ہوسکتا ہے کہ خلق مادیات کے ساتھ خاص ہے تو کلام اللہ وامر کی مادیت کی نفی سے غیر مخلوق ہونا لازم نہیں آتا اور اس سے مجردات پر عالم امر کے اطلاق کی صحت معلوم ہوتی ہے اور صوفیہ نے جو لطائف کو عالم امر سے کہا ہے اور اس کو فوق العرش بھی کہا ہے اس کی اصل نکل آئی۔ یعنی فوق العرش کی تفسیر یہی ہے کہ وہ مادیات میں سے نہیں تو اس بناء پر صوفیہ کے ان احکام کی اصل سلف سے بھی معلوم ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ دوسری تفسیر متحمل بہ ہو کر الامر تخصیص بعد التعمیم ہو۔ یعنی پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور حکم کرنا بھی کہ ایک فرد ہے پیدا کرنے کی یعنی خطاب کو پیدا کرنا تو اس بنا اس میں صوفیہ کی یہ تائید نہ ہوگی"۔

....

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ یقیناً اس امر کے مقابل خلق ہے جہان دو ہیں عالم خلق اور عالم امر۔ خلق تو مخلوق ہے اور وہ حادث ہے۔ اس میں زمین سے لے کر نویں عرش تک ساری مخلوق فانی ہے۔ حادث ہے۔ اس سے اوپر عالم امر ہے جو مظہر ہے تجلیات باری کا نہ وہ مخلوق ہے نہ وہ حادث ہے۔ وہ صفات باری کا مظہر ہے اور اللہ کی ذات جس طرح دائمی ہے اس کی صفات بھی دائمی ہیں۔ تو قرآن کریم جو ہے یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ جو بات کرتا ہے اس کی بات اس کی صفت ہوتی ہے۔ تو اللہ جس طرح لافانی ہے اسی طرح اس کا کلام بھی لافانی ہے، غیر مخلوق ہے، صفت الٰہی ہے۔ اب قرآن سے یہ کاغذ مراد نہ لیا جائے جس کی بعض اوقات بدنصیب توہین بھی کر دیتے ہیں، بعض اوقات جلا بھی دیتے ہیں۔ یہ سیاہی، یہ ورق، یہ کاغذ مراد نہیں۔ یہ تو اس لئے محترم ہیں کہ ان زیر زبروں میں وہ مفہوم موجود ہے جو اللہ نے ارشاد فرمایا ورنہ اسی الف ب ج سے ساری عربی لکھی جاتی ہے تو وہ قرآن تو نہیں بن جاتا۔ تو قرآن ان لفظوں کا نام نہیں ہے۔

من الظلمٰت الی النور

محبوب عالم......کراچی

حمد اس ذات کی جو اعلیٰ بھی ہے یکتا بھی ہے

سجدہ فقط جس ذات کو سجتا بھی ہے جچتا بھی ہے

بچپن کا گلیوں میں کھیلنے کا کیا زمانہ تھا۔ چار پانچ بچے جن میں ایک ناچیز تھا بیٹھے کھیل رہے تھے۔ سب بچوں نے کہا زمین پر اپنا اپنا نام لکھو سب نے اپنا اپنا نام لکھا مگر ایک بچے نے اپنا نام نہ لکھا، جب دوسروں نے پوچھا آپ نے نام کیوں نہیں لکھا تو اس کی معصوم زبان گویا ہوئی اور ہم سب کو حیران کر دیا۔ اس نے کہا میرے نام سے پہلے لفظ اللہ آتا ہے۔ یہ پاک نام ہے میں اس کو زمین پر نہیں لکھوں گا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اللہ کے نام کی عظمت، رفعت، تقدس اس ناچیز کے دل کی لوح پہ نقش ہوگیا۔ اس ہستی کو پالینے کی جستجو، خواہش مجھے بے قرار کرنے لگی۔ انسان بچپن کے بڑے بڑے حادثات بھول جاتا ہے لیکن یہ اس معصوم بچے کی باادب حرکت مجھے آج تک من وعن یاد ہے۔ بچپن گذرا، جوانی گذری اور کالج سے انجینئرنگ میں ڈپلومہ کیا۔ بحمد اللہ یہ سارا دورانیہ خاندانی شرافت کے باعث پرسکون اور کسی نازیبا حرکت سے عاری گزرا۔ نیوی جوائن کی۔ ایک دن عشاء کی نماز کے بعد ڈاکیارڈ مسجد میں میرے انتہائی محترم، شفیق دوست نے ذکر کی دعوت دی۔ مختصر سے تعارف کے بعد ذکر شروع ہوا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ ذکر ہوا ہوگا۔ ذکر کرانے والے ساتھی دوست محمد نے ذکر کے بعد بتایا کہ آپ کا یہ پہلا ذکر ہے، میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا، آپ کو تو ذرا بھی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ ذکر اللہ نے میرے دل کی دنیا ہی بدل دی تھی۔ اس رات میں داڑھی کی درخواست لکھ کر سویا تھا۔ کیونکہ فوج میں کمانڈنگ آفیسر کی منظوری کے بغیر سنت رسول ﷺ نہیں رکھ سکتے۔ ذکر اللہ کی برکت سے میری تہجد اسی دن سے قائم ہوگئی تھی۔ ابھی تک مجھے حضرت جیؒ کی زیارت باسعادت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ حضرت جیؒ کا اویسی طریقے سے فیض تھا۔

اگر کوئی پوچھے اویسی طریقے سے حصول فیض

ناچیز اس ماجرے کا بین ثبوت ہے۔

ذکر کے ابتدائی ایام میں ڈراؤنا خواب بھی آیا شیطان چونکہ انسان کا کھلا دشمن ہے وہ کب چاہتا ہے کہ بندہ عاجزی کے ساتھ خفیہ طریقے سے اپنے رب کریم سے سرگوشیاں کرے۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کروٹ کے بل لیٹا ہوا ہوں۔ شیطان قصاب والا ٹوکا میری گردن پر رکھ کر واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا کہ یہ آپ نے کیا شوں شوں شروع کی ہے اگر باز نہیں آؤ گے تو میں تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔ مجھے اللہ پاک نے جرأت دی اور میں نے کہا اللہ کا نام لینا شروع کیا ہے اس پر موت آئے تو میرے لئے سعادت ہوگی۔ اس کے بعد آج تک بحمد اللہ تقریباً اڑتیس سال ہوگئے کوئی

بھی ڈراونا خواب نہیں آیا اس کے بعد انہی دنوں میں دوسرا خواب آیا جس سے دل کو مزید تسلی ہوئی ساری کی ساری مخلوق اپنے رب کریم کے حضور پیش ہونے کے لئے جارہی ہے۔ کوئی پیدل ہے، کوئی اونٹ پر سوار ہے، کوئی گھوڑے پر سوار، فقط مولانا اللہ یارؒ کی جماعت پرواز کر کے اپنے رب کریم کے حضور پیش ہورہی ہے۔ لگ بھگ دس ماہ کے بعد آخر کار وہ بامسرت دن آیا، جب شہنشاہ ولایت کراچی تشریف لائے۔ حضرت جیؒ کا قیام شفا کالونی میں تھا۔ دبے پاؤں میں نے بھی حضرت جیؒ کی زیارت باسعادت کی کوشش کی۔ جوں ہی دروازے پر پہنچا میرے قدم جیسے بھاری ہوگئے۔ دل سے آواز آئی، کچھ حاضری کے آداب سے واقف ہو۔ شہنشاہِ ولایت کے سامنے جارہے ہو۔ دس منٹ کھڑا رہا، کچھ اور ساتھی آئے میں نے غنیمت جانا ان کے پیچھے اندر چلا گیا۔ وہاں کی دنیا ہی الگ تھی۔ ہر ساتھی ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھا تھا۔ ہر ساتھی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگا جیسے ہر ساتھی مراقبہ میں گم ہو اور اپنے مربی شیخ سے اخذ فیض کر رہا ہو۔ اب یہ بات نایاب ہے، ساتھیوں میں پہلے جیسا ادب احترام نہیں رہا۔ اس کی وجہ شاید خلا بھی تو اتنا ہی بڑا پیدا ہوگیا ہے۔ حضرت جیؒ شفیق باپ سے بڑھ کر پیار کرنے والے اور ماں کی مامتا سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے۔ جب نظر اٹھاتے تو جیسے محبت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے سالکین کے دلوں کو سیراب کر رہے ہوں۔ اگر میں اس ہستی کو دنیا و مافیہا کی محبتوں کا سرچشمہ کہہ دوں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ انتہائی درجے کی سادگی، انتہائی درجے کی اپنائیت اور انتہائی درجے کی جاذبیت کا منبع تھے۔ رات کو آرام فرماتے تو مولانا روم کا یہ شعر گنگناتے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

ہر ساتھی حضرتؒ کی چارپائی کے ساتھ سونے کو ترجیح دیتا تھا۔ ایک بار فرمارہے تھے کہ اللہ کریم میرے ہر بال کو ہزار، ہزار زبان دے تب بھی میں اللہ کریم کی ذات کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ ایک بار حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ ائرپورٹ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد سورۃ نصر کی تشریح بیان فرمارہے تھے۔ جب آخری آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا پر پہنچے تو فرمایا اللہ کریم بندہ کو اپنی پاکی بیان کرنے، حمد بیان کرنے، گناہوں سے استغفار کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس کو اپنی طرف سے اس پر ثمر دیں گے اور بیان فرمایا کہ بے شک میں توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ ایک بار فرمارہے تھے اگر اللہ کریم نے پوچھا یار میرے پاس کیا لے کر آئے ہو، میں عرض کرونگا میں نے تیرے بندے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی زیارت کی ہے۔ ایک دفعہ منارہ ٹڈل سکول میں موجودہ شیخ حضرت مولانا اکرم صاحب مدظلہ کے فجر میں درس قرآن کے بارے میں فرمایا ان کی باتیں سنا کرو اچھی اچھی باتیں کرتا ہے۔ ایک بار چند فوجی افسر بھی محفل میں بیٹھے تھے۔ ایک افسر کہنے لگا میں نے صدر ضیاء الحق سے پوچھا کہ جب سے آپ صدر بنے ہیں مدینے بہت جاتے ہیں۔ ضیاء الحق نے کہا میری بیٹری ڈاؤن ہوجاتی ہے بیٹری چارج کرانے جاتا ہوں۔ حضرت جی نے فرمایا اُسے میرے پاس لے آؤ میں اس کا مدینے والی سرکار سے کنکشن جوڑ دوں گا۔ یہاں بیٹھے بیٹری چارج ہوتی رہے گی۔ ایک بار کراچی تشریف لائے۔ دس دن کارساز میں قیام فرمایا۔ میں نے دس دن کی چھٹی لے لی

اور دس دن تک شہنشاہ ولایت کی معیت میں رہا میرے یہ دس دن روحانی طور پر پوری زندگی پر حاوی ہیں۔ میں قطر نیوی میں ڈیپوٹیشن پر گیا ہوا تھا۔ 19 فروری 1984 کو ایک ساتھی نے اندوھناک، جان کاہ اور صدمہ سے بھرپور خبر سنائی کہ شہنشاہ ولایت راہی ملک عدم ہو گئے ہیں۔ ایسے لگا جیسے پاؤں تلے زمین سرک گئی ہو۔ آسمان کا سایہ نہ رہا ہو۔ وقت رک گیا ہو۔ دل کو یقین نہ آ رہا تھا۔ فوراً ذہن میں آپ کی وفات کے وقت صدیق اکبرؓ کا خطبہ وَمَا مُحَمَّدُ اِلَّا رَسُوْل یاد آیا اور آنکھوں کے برساتی نالے نے تصدیق کر دی۔ تھوڑے ہی عرصے پہلے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔

والد کی جدائی کا صدمہ کچھ کم نہ تھا
مگر شیخ کے ہوتے ہوئے کچھ غم نہ تھا
جب شیخ کے وصال کا یقین ہو گیا
ایسے لگا محبوب جیسے یتیم ہو گیا ہو

حضرت امیر محمد اکرم مدظلہ نے اپنے محبوب شیخؒ کا جنازہ پڑھایا۔ کیا عجیب شرف تھا جو مولانا کے حصے میں آیا۔

اس کے بعد رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ میں نے سب ساتھیوں کی کھانے کی دعوت کی ہے اس میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب بھی ہیں۔ سب ساتھی کھانا کھا رہے ہیں۔ میرے ہاتھ میں پستول ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں کسی کو بتا بھی نہیں رہا۔ اتنے میں مولانا محمد اکرم صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا میں اسے ہاتھ لگا دوں گا پھر آپ اس سے نہیں ڈریں گے اور ایسا ہی ہوا اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ ذکر اللہ بندہ کے پاس شیطان کے مقابلے میں ہتھیار ہے اور مجھے فیض حضرت جی کے خلیفہ اول مولانا محمد اکرم سے ملنا ہے۔ ایک بار حضرت جیؒ نے فرمایا امام مہدی کی نصرت دار العرفان سے ہوگی۔ یہ کسی شخص کی پیش گوئی نہیں تھی۔

شیخ کی دہلیز پر

چمکتا دمکتا چہرہ ہو جسکا
قرب منارہ ڈیرہ ہو جسکا
سوھنا اللہ یار مرشد ہو جسکا
ہر سالک کے دل میں بسیرا ہو جسکا
رشد و ہدایت وطیرہ ہو جسکا
تشریح قرآن شیوہ ہو جسکا
حب الٰہی جو بیچتا ہو
فقط اک آنسو بدلہ ہو جسکا
لوگوں کو جوڑا رب ہی سے ہر دم
یہی جس کی منزل یہی منشاء جسکا
مرشد کے اول خلیفہ بھی تم ہو
کیوں نہ ہر سالک اس راز میں گم ہو
ملی اس کو منزل جس نے وعدہ نبھایا
ہر دو کو چھوڑ افقط اک کو پایا
الٰہی ہمیں بھی وہ دولت عطا کر
اور کچھ نہ چاہیں فقط تجھ کو پا کر

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پارہ:۱۰، الانفال: ۵۵۔۵۸

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ عٰھَدْتَّ مِنْھُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ وَّ ھُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْبِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم ۝ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ ۝

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ بلاشبہ اللہ کے نزدیک بدترین خلائق یہ کافر لوگ ہیں۔ پس وہ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ کی مخلوق بے شمار ہے جسے کوئی گن نہیں سکتا۔ **لَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ ۝** اللہ کے لشکروں کو اللہ خود ہی جانتا ہے دوسرا نہیں گن سکتا۔ لیکن جن جانداروں کو ہم جانتے ہیں، جو مخلوق زمین پہ بستی ہے اسے دوآب کہتے ہیں۔ زمین پر چلنے پھرنے والی۔ اس میں بلا شبہ بہت اچھی، بہت بہتر، انسانیت کے لیے بہت مفید مخلوق بھی ہے۔ ایسی بھی ہے جس کو اللہ نے پسند نہیں فرمایا، نجس قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح انسانیت کی خدمت کرتی ہے۔ مخلوق کوئی بھی ہے۔ **وَخَلَقَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝** اے انسان! زمین میں ساری مخلوق کو تیری خاطر پیدا کیا ہے، وہ تیرے کام آتی ہے۔ کتے کو ہم نجس سمجھتے ہیں لیکن کبھی وہ بھی رکھوالی کرتا ہے، چوکیداری کرتا ہے، کسی نہ کسی کام آتا ہے، شکار کے لیے سدھایا جاتا ہے، استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض جاندار ایسے ہیں جنہیں بہت ہی برا سمجھا گیا ہے جیسے خنزیر ،اس کی اصل میں حرام ہے۔ باقی جتنے درندے ہیں، شیر، چیتے، چیرنے پھاڑنے والے درندے جن کے دو دو، اوپر نیچے، لمبے لمبے دانت ہوتے ہیں۔ اسی طرح کتا، بلا، ان سب کو حرام تو قرار دیا گیا ہے لیکن جب یہ مر جائیں تو ان کی کھال اتاری جائے، کھال کی دباغت ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اسکا جائے نماز بھی بن سکتا ہے، جوتا بن سکتا ہے، کپڑا بن سکتا ہے یعنی اس میں سے نجاست نکالی جا سکتی ہے۔ حلال نہیں ہوتے لیکن ان کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ خنزیر ایک ایسا جانور ہے جس کی اصل میں حرمت ہے یعنی کسی بھی طرح اس کی کھال کی دباغت بھی کرا لو تو پاک نہیں ہوگی، ویسے ہی حرام اور نجس رہے گی۔ اس کا گوشت، اس کی ہڈیاں، اس کے بال ویسے ہی نجس رہیں گے یعنی اس کی اصل میں نجاست ہے۔ وہ بھی زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں میں سے ہے لیکن اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ ساری مخلوق میں سے سب سے بدترین جاندار ہیں۔ کوئی برے سے برا جانور، غلیظ سے غلیظ جانور، ناپاک سے ناپاک جانور، ان سب سے برا وہ انسان ہے جو

ایمان نہیں لاتا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو ایمان نہ لائے ہم اس سے بدسلوکی کریں، اسے قتل کر دیں یا اس کا مال چھین لیں۔انسانی حقوق اس کے بحال رہتے ہیں۔ بدترین خلائق ہونا اللہ کے نزدیک ہے اور اللہ کریم ہی کا حق ہے کہ وہ اس سے حساب لے کہ میں نے تجھے انسانیت کے شرف سے نوازا تھا تو اتنا کیوں گر گیا اور تو نے یہ کیا کیا۔ میں اور آپ اس کے انسانی حقوق نہیں چھین سکتے۔اس کی جان، مال، عزت، آبرو، ویسا ہی اس کو حق حاصل ہے جیسا کسی مسلمان کو حاصل ہے۔اور یہ ایمان نہیں لاتے۔اب ایمان نہ لانے کی اتنی بڑی سزا سنائی گئی کہ جتنی مخلوق زمین پر بستی ہے اس میں سے سب سے بدتر وہ شخص ہے جو ایمان نہیں لاتا۔اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔جتنی مخلوق زمین پر بستی ہے اور جتنے جاندار ہیں، حیوانات میں سے ہیں، جانوروں میں، درندوں میں اللہ کریم نے ان کی جو ایک فطرت بنا دی ہے وہ ان فطری اصولوں کے تابع چلتے رہتے ہیں۔درندے بھوکے ہوتے ہیں تو شکار کرتے ہیں۔آج کل تو جنگلی حیات (Wild Life) عام دکھائی جاتی ہے، شاید آپ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو۔سب سے بڑا درندہ شیر ہے، جانوروں کو شکار کر کے، مار کر، چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے لیکن جب اس کا پیٹ بھرا ہو تو اس کے پاس جانور پھرتے رہیں وہ پرواہ ہی نہیں کرتا۔محض جانوروں کو مارنے کے لیے نہیں مارتا۔ جب بھوکا ہو گا تو بھوک مٹانے کے لیے جانور کو مارے گا اور جب پیٹ بھرا ہوا ہو گا تو نہیں مارے گا۔اسی طرح سانپ کی فطرت میں ہے کہ وہ ڈنک مارتا ہے لیکن ڈھونڈتا نہیں پھرتا کہ کہاں کوئی ہے میں اس کو ڈنک ماردوں۔جہاں اسے اپنے لیے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی مجھے چھیڑ رہا ہے یا مجھے مارے گا تو اپنے دفاع کے لیے ڈنک مارتا ہے۔فطری عادتیں ہیں جن کی وہ پیروی کرتے رہتے ہیں۔ان میں وہ شعور نہیں ہے، انہیں وہ کام عادت سے مجبور ہو کر کرنا ہے۔

جہاں گوبر کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی وہ گوبر کر دے گا اسے پرواہ نہیں کہ وہ تھان پر کھڑا ہے، گلی میں جا رہا ہے، بازار سے گزر رہا ہے، کوئی دیکھ رہا ہے، نہیں دیکھ رہا ہے۔بھوک لگے گی جہاں چارہ نظر آئے گا منہ مارے گا اسے یہ پرواہ نہیں کہ یہ اپنا ہے یا پرایا ہے۔یہ اس کی فطرت ہے۔انسان کو اللہ نے شرف انسانیت بخشا اور ایک ایسا شعور بخشا کہ وہ ذات باری کو پہچان سکتا ہے، اس کی عظمت کو جان سکتا ہے۔ انسان میں بھی فطری خوبیاں، فطری عادات پیدا کیں۔ انسان میں شہوت بھی ہے، غصہ بھی ہے، بہیمیت، جانوروں درندوں والی باتیں بھی ہیں لیکن انسان میں شرف ملکوتیت بھی ہے، فرشتوں جیسی باتیں بھی ہیں بلکہ فرشتوں سے بڑھ جانے والی باتیں بھی ہیں۔لیکن انسان کو یہ شعور دیا گیا کہ وہ محض درندوں اور جانوروں کی طرح فطری تقاضے پورے نہ کرے بلکہ ہر تقاضے کو سوچ سمجھ کر پورا کرے۔ بھوک لگی ہے تو کھائے، کھانا منع نہیں ہے لیکن حلال کھائے، جائز طریقے سے حاصل کرے اور اپنا حق کھائے۔تو ساری انسانی ضروریات پوری کرنے کے جائز ذریعے اور طریقے موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیئے ہیں کہ کون سا کام کس طرح سے کرنا ہے۔سب سے پہلے عقیدہ ہے۔اللہ کو کیسے ماننا ہے؟ اللہ کو ماننے کا جہاں تک تعلق ہے تو مشرکین مکہ بھی اللہ کو تو مانتے تھے۔اللہ کا انکار نہیں کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ میں جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو رسول اکرم ﷺ نے لکھوایا **بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ** تو مشرکین مکہ کی طرف سے جو شخص معین تھا وہ کہنے لگا کہ اللہ کو تو ہم جانتے بھی ہیں مانتے بھی ہیں یہ **الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ** یہ آپ بڑھا رہے ہیں اس کو ہم نہیں مانتے، ہم نہیں جانتے اس سے ہم واقف نہیں ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے **بِاسۡمِکَ اللّٰهُمَّ** لکھ دو اور کفار بھی اپنے شرائط ناموں میں یہ

لکھا کرتے تھے۔ اللہ کو مانتے تھے۔ مشرک اس لیے تھے کہ اللہ کو مانتے تھے اور پھر اس کی ذات، اس کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں، کبھی کہتے تھے ہمارے جو بت ہیں یہ جو چاہیں اللہ سے منوا لیتے ہیں، کرتا اللہ ہی ہے۔ ہم ان کی عبادت اسی لیے کرتے ہیں کہ لِیُقَرِّبُونَا اِلَی اللّٰہِ کہ یہ اللہ کے قریب لے جائیں اور اللہ سے ہماری باتیں منوائیں۔ تو انہیں مشرک بھی کہا گیا، کافر بھی کہا گیا حالانکہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ نرا اللہ کو ماننا مقصد نہیں ہے، اللہ کو ویسے مانا جائے جیسے رسول اللہ ﷺ منواتے ہیں۔ ہمارے علماء، فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ بچے کو جب آپ اللہ کا تصور دیتے ہیں تو اسے یہ سمجھائیں کہ میں اس اللہ کو مانتا ہوں اور ویسا مانتا ہوں جیسا حضرت محمد ﷺ، حضرت عبداللہ کے بیٹے جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، جو اللہ کے رسول ہیں، جیسا وہ منواتے ہیں۔ میں ویسا مانتا ہوں۔ تو شرطِ ایمان یہ ہے کہ اللہ کریم کو ویسا مانا جائے جیسا محمد رسول اللہ ﷺ منواتے ہیں۔ تو فرمایا یہ اپنے طریقے سے مانتے ہیں، ویسا نہیں مانتے۔ لہٰذا یہ کافر ہیں، یہ ایمان نہیں لاتے اور فرمایا یہ تمام مخلوق سے بدترین مخلوق کیوں ہیں؟ اس لیے کہ یہ میرے حبیب ﷺ کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں۔ ہمارے سیاست دان بھی اکثر میں سنتا رہتا ہوں، ٹیلی وژن پر بھی اخبار میں بھی آتا ہے، میثاق مدینہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے میثاق مدینہ کر لیا تھا تو ہم معاہدے کرتے ہیں۔ یہ اپنے معاہدوں کو وہاں لے جاتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں مسلمان کس کو سمجھتے ہیں، یہودی کس کو سمجھتے ہیں۔ تو معاہدے بھی آپس میں ہی کرتے ہیں۔ دونوں مدعی اسلام بھی ہیں، دونوں کے نام مسلمانوں جیسے ہیں پھر پتہ نہیں میثاق مدینہ کا حوالہ کیوں دیتے

ہیں۔ ان میں یہودی کون ہے یہ سمجھ نہیں آتی۔ لیکن یہاں اسی میثاق مدینہ کی بات ہو رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہود سے جب ریاست مدینہ یعنی ریاست اسلامی کی بنیاد رکھی تو یہود بھی ایک طاقت تھی ان سے جو معاہدہ حضور ﷺ نے فرمایا اس میں بہت سی شقیں تھیں۔ ایک جو نہایت اہم شق تھی وہ یہ تھی کہ اگر مدینہ منورہ پر باہر سے کسی نے حملہ کیا تو چونکہ یہود بھی اس شہر کے باسی ہیں اور ہم بھی تو اس کا دفاع دونوں مل کر کریں گے۔ یہود بھی اس کے دفاع میں مسلمانوں سے بھرپور تعاون کریں گے۔ لیکن یہودیوں نے تعاون کرنے کی بجائے کفار کی مدد کی۔ غزوہ بدر کا سبب بھی یہودیوں کی ریشہ دوانیاں بنیں۔ ابن ابی منافق اور دوسرے یہودی سردار مکہ مکرمہ گئے اور انہیں بڑا گرمایا کہ تم لوگ تو یہاں سے مسلمانوں کو نکال کر بے فکر ہو گئے ہو لیکن مدینہ میں تو انہوں نے اپنی ریاست بنالی ہے اور مدینہ منورہ میں تو انھوں نے اخوت اور بھائی چارہ قائم کر کے لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور وہ اپنی زراعت اور کاروبار میں دن رات جتے ہوئے ہیں اور جب ان کے پاس سرمایہ ہو جائے گا، اسلحہ ہو جائے گا تو تمہارے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ تو تم بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہو، تم نے سمجھا ہم نے انہیں مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے قصہ ختم ہو گیا۔ یوں یہودیوں نے جا جا کر بھڑکایا، کہ کچھ کرو ہم بھی تمہاری مدد کریں گے، پیسہ دیں گے، اسلحہ دیں گے تو مشرکین مکہ نے ایک قافلہ تیار کیا جس میں جتنا سرمایہ ممکن ہو سکتا تھا وہ لگایا یہاں تک کہ بعض جگہ ملتا ہے کہ ننھی بچیوں کی بالیاں بھی اتار کر اس میں سرمائے کے طور پر لگائی گئیں۔ لوگوں نے اپنے زیورات، جمع پونجی اس میں لگا دی۔ شرط یہ تھی کہ جس کا جو مال ہے اسے واپس مل جائے گا لیکن جتنا منافع آئے گا وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر خرچ کیا جائے گا۔ اسی قافلے کو روکنے کے لیے حضور اکرم ﷺ ۳۱۳

جانثاروں کے ساتھ بدر میں تشریف لے گئے۔ مکہ والوں کو اطلاع ہوئی تو اسی قافلے کو بچانے کے لیے ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر وہ چڑھ دوڑے اور اللہ کو یہ منظور تھا، اللہ کی قدرت کاملہ نے ایسا عجب کام کیا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا اور لشکر اور مسلمانوں کی مڈ بھیڑ ہوئی، مقابلہ ہوا اور اہل مکہ کو شکست فاش ہوئی۔ اور یہ پہلا معرکہ حق تھا جو ظلم کے خلاف انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اللہ کے بھروسے پر لڑا گیا اور مسلمان عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ پہلی بدعہدی یہودیوں نے یہ کی۔ اس کے بعد پھر یہ مکے والوں کو گرماتے رہے، جاتے رہے۔ پھر اُحد میں ان کا مقابلہ ہوا، پھر انہوں نے بدعہدی کی، خندق میں انہوں نے بدعہدی کی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جو ایمان نہیں لاتے **اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ** جو آپ ﷺ سے وعدہ کرتے ہیں **ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝** ہر بار اپنا وعدہ توڑ دیتے ہیں اور انہیں اللہ سے خوف نہیں آتا۔ ساری مخلوق سے بدترین یہ کافر ہیں جو وعدہ کرتے ہیں محمد رسول ﷺ سے اور وعدہ توڑ دیتے ہیں، پرواہ نہیں کرتے اور انہیں کوئی اللہ کا خوف نہیں آتا۔ یہود نے تو وعدہ توڑا، ان کے حق میں اللہ کی یہ وعید بھی آئی، آیت بھی نازل ہوئی۔ پھر اللہ نے انہیں سزا بھی دی، قتل بھی ہوئے، مدینہ منورہ سے نکالے بھی گئے پھر خیبر میں جا کر پناہ لی۔ خیبر بھی فتح ہو گیا۔ ذلیل اور رسوا ہوئے اور حضور ﷺ نے فرما دیا کہ اب انہیں قیامت تک سرزمین عرب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ انہوں نے تو اپنے کئے کی دنیا میں بھی سزا پائی، آخرت میں بھی پائیں گے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے جیسے ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے **مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مُّتَعَمِّداً فَقَدْ كَفَرَ او كما قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم** جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ محدثین کرام جب اس کی شرح فرماتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا کفر نہیں ہے، فسق ہے، گناہ ہے لیکن حضور ﷺ نے فرمایا اس نے کفر کیا تو اس کی تعبیر وہ یہ فرماتے ہیں اس نے کافروں جیسا کام کیا۔ حالانکہ وہ مومن تھا اسے بلا عذر شرعی نماز نہیں چھوڑنا چاہیے تھی۔ اس نے بلا عذر نماز چھوڑ دی تو اس نے کافر جیسا کام کیا۔ یہ تو کافروں کا شیوہ ہے۔ اسی طرح جب ہم کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہیں، اللہ کی الوہیت کا اقرار کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اطاعت نہیں کرتے، کیا یہ بدعہدی نہ ہو گی؟ حالانکہ یہ جو توحید و رسالت کا اقرار ہے اس سے مراد تو یہ ہے کہ میں تمام احکام شرعی کو مانتا ہوں، زندگی حضور ﷺ کے اتباع میں گزاروں گا، خود بھی عمل کروں گا، جہاں تک میرا بس چلا وہاں تک حضور ﷺ کے ارشادات کو پہنچاؤں گا۔ اب جو بندہ خود عمل نہیں کرتا وہ دوسرے کو کیسے کہہ سکتا ہے۔ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کو لے لیجئے۔ اگر میں خود عمل نہیں کرتا، میں آپ کو مشورہ کیسے دے سکتا ہوں؟ فوری سوال آئے گا اتنا اچھا کام ہے تو آپ خود کیوں نہیں کرتے ہو۔ آپ تو نہیں کرتے ہو مجھے مشورہ دے رہے ہو۔ تو صرف عمل سے نہیں ہوتا حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **بَلِّغُوا وَلَوْ آيَةً او كما قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم** کہ میرا ایک جملہ مبارک بھی تم تک پہنچے تو میری طرف سے اسے آگے پہنچاؤ۔ یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میری طرف سے اسے آگے بھیجو، تم میرے سفیر بن جاؤ۔ کتنا بڑا اعزاز ہے۔ تو ہم کسی دوسرے کو کیا کہیں گے جب ہم خود عمل نہیں کرتے۔ کہنے کے لیے تو بنیاد ہے کہ خود عمل کرے۔ تو فرمایا ان کا قصور یہ ہے **اَلَّذِيْنَ** وہ لوگ **عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ** جو آپ سے عہد کرتے ہیں **ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ** پھر وہ عہد توڑ دیتے ہیں اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں **فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ** ہر بار **وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ**

اور انہیں اللہ کا کوئی خوف نہیں ہوتا کوئی اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے اللہ سے عہد کیا ہے، اللہ کے حبیب ﷺ سے عہد کیا ہے۔ کلمہ طیبہ ایک معاہدہ ہے **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** ایک عہد ہے۔ اس میں ہے کہ میں الوہیت صرف اللہ کے لیے مانوں گا۔ اس کی ذات لائق عبادت ہے اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے۔ وہ **واحد لا شریک** ہے اور میں اسی کی عبادت کروں گا۔ ہم سورۃ فاتحہ میں، ہر رکعت میں یہ وعدہ کرتے ہیں **اِیَّاکَ نَعْبُدُ** ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں **وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن** اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ وسائل اور اسباب جو جائز ہیں انہیں اختیار کرنا بھی اللہ ہی سے مدد چاہنا ہے لیکن جائز حد سے گزر کر، ناجائز وسائل اختیار کرنا جرم بن جائے گا، شرک بن جائے گا، کفر بن جائے گا، نافرمانی بن جائے گی۔ مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ جس نوعیت کی وہ استعانت ہو گی اس حد کا جرم بن جائے گا۔ تو کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہم نماز کی ہر رکعت میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت ہوتی ہے نفع کی امید اور نقصان کے ڈر سے اطاعت۔ یہ تو بہت اعلیٰ رتبہ ہے۔ اخص الخواص اللہ کے بندوں کا کہ وہ عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے لیکن جو کم تر درجے کا، نچلے ذہن کا، سطحی علم کا انسان ہے کم از کم وہ بھی نفع کی امید، اللہ کی ناراضگی کے اندیشے سے ڈر کر اطاعت کرتا ہے یہ کم تر درجہ ہے۔ اب اگر ہم کسی اور کے ڈر سے اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اللہ کے حکم کے خلاف اس کی اطاعت کریں گے تو کیا یہ عبادت نہیں ہو جائے گی۔ جائز وسائل کو چھوڑ کر کسی سے ہم اپنی توقعات وابستہ کر لیں گے تو کیا یہ اس سے امید وابستہ نہ ہو گی۔ وعدہ اللہ سے کر رہے ہیں کہ صرف تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور عملاً ایسے کام کر رہے ہیں کہ دوسروں کے دست نگر ہو گئے۔ تو قرآن کی آیات کا نزول بے شک خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہے۔ ہم گزر جاتے ہیں ہم ان آیات سے کہ یہ یہود کے حق میں ہیں، یہ مشرکین کے حق میں ہیں، یہ کفار کے حق میں ہیں لیکن ان میں درس عبرت اور سبق ہمارے لیے بھی ہوتا ہے کہ جو حرکات کفار نے کیں ہمیں تو وہ بحیثیت مسلمان قطعاً زیب نہیں دیتیں۔ تو قرآن کریم سے اپنے لیے سیکھنا چاہیے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم ہر دوسرے بندے پر تو ایک نظر رکھے ہوئے ہیں اس نے یہ کیا، اس نے وہ کر دیا۔ دوسروں کا حساب ہم نے نہیں دینا۔ ہم دوسروں تک بات پہنچانے کے مکلف ہیں، منوانے کے نہیں۔ ماننا نہ ماننا انکا اور ان کے مالک کا معاملہ ہے۔ ہم پہنچانے کے مکلف ہیں۔ لیکن خود تو ماننے کے مکلف ہیں۔ تو زیادہ محاسبہ اپنا کرنا چاہیے کہ میں نے کیا وعدہ اللہ سے کیا اور کیا وعدہ اللہ کے حبیب ﷺ سے کیا اور کر کیا رہا ہوں۔

تو بدترین خلائق وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ ایک تو پہلے ہی کافر ہیں پھر بار بار میرے حبیب ﷺ سے بدعہدی کرتے ہیں، بار بار وعدہ خلافی کرتے ہیں اور انہیں کوئی احساس نہیں ہے کہ اس بات سے اللہ کریم کتنے خفا ہونگے۔ **وَّ ھُمْ لَا یَتَّقُوْنَ** تقویٰ ایک تعلق ہوتا ہے۔ اللہ کریم سے کہ جس کے ٹوٹ جانے کے ڈر سے بندہ نافرمانی نہیں کرتا۔ اس تعلق کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ اس تعلق سے ہی محروم ہیں۔ ان میں تقویٰ نام کو بھی نہیں، انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ اللہ کریم اس بات سے خفا ہو جائیں گے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْبِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ٥ اگر آپ کا ان سے میدان جنگ میں مقابلہ آ جائے، اگر ان سے مقابلہ آ جائے، اگر ان کے خلاف جہاد کرنا

پڑے تو پھر ان کو ایسی سزا دی جائے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ بھی اس سے دبک جائیں، ڈر جائیں اور ان کے لیے بھی باعث نصیحت ہو جائے۔ انہیں بھی سمجھ آ جائے کہ ایسا نہیں کرنا۔ اسلام میں سزا کا بھی مقصد رکھا ہے بے مقصد انسانوں کو ایذا دینا یہ سزا نہیں ہے، یہ ظلم ہے۔ جب کوئی بندہ جرم کرتا ہے تو کچھ سزائیں وہ ہیں جو قرآن میں مقرر کر دی ہیں جنہیں حدود کہا جاتا ہے۔ اگر کسی پر جرم ثابت ہوتا ہے تو وہ حد جاری کرنا ریاست اسلامی کا فریضہ ہے۔ میرا یا آپ کا نہیں۔ ماوشما کا نہیں، ہر کس و ناکس کا نہیں، ریاست اسلامی کا فریضہ ہے کہ اس پر حد جاری کرے اور حدود بڑی عبرتناک ہیں۔ قتل کے بدلے قتل کیا جائے گا، چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جائے گا، ڈاکہ کرے تو ایک سمت کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کاٹا جائے گا۔ اس لیے نہیں ہے کہ لوگوں کو اذیت دی جائے۔ سزا کا یہاں مقصد بیان فرمایا کہ ایسی سزا دی جائے کہ دوسروں کے لیے بھی عبرت بن جائے۔ اس شخص کے لیے تو بنے ہی، دوسروں کو بھی سبق مل جائے، نصیحت مل جائے کہ وہ یہ جرم نہ کریں۔ عرب میں یہ حدود نافذ ہیں۔ قتل کرنے والے کا سر قلم کر دیا جاتا ہے، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں سزاؤں کا ہمارے سیاستدانوں نے مذاق بھی اڑایا اور اس حد تک کہا: اللہ کریم معاف فرمائے نقل کفر کفر نا باشد کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں، ہم نافذ کر دیں تو آدھے لوگ تو ہتھ کٹے نظر آئیں گے۔ آپ نے عرب میں کتنے ہاتھ کٹے دیکھے ہیں؟ ہاتھ کٹے نظر نہیں آتے لوگوں نے چوری چھوڑ دی۔ مجھے آج کا تو نہیں پتہ کیونکہ میں گزشتہ آٹھ دس سال سے یہاں سے نکلا ہی نہیں ہوں لیکن اس سے پہلے پندرہ سولہ سال میں تقریباً ہر سال حاضری دیتا رہا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بازاروں میں سونے کی دکانیں ہیں اور ان میں منوں کے حساب سے سونا ہے۔ یعنی وہاں جو زیور بنے لٹکے ہوئے ہیں وہ کلو ڈیڑھ کلو، دو کلو کا ایک ایک زیور ہے۔ وہ ایک زیور لٹکا ہوتا تھا کہ وہ گلے سے لے کر ناف تک سارے سینے کو ڈھانپ دیتا تھا۔ سارا سونا تھا پتہ نہیں اس میں کلو ہوتا ہوگا ڈیڑھ کلو ہوتا ہوگا یعنی دکان جو تھی زیورات کی اس میں منوں کے حساب سے سونا تھا۔ دکان کی دیوار جو بازار کی طرف ہے وہ شیشے کی دیوار ہے، اندر لائٹیں جل رہی ہیں۔ شام ہوئی تو دکاندار چھٹی کر کے گھر چلا گیا۔ چھوٹا سا تالا اس نے لگا دیا۔ شیشہ ہے پاؤں کی ٹھوکر سے بھی ٹوٹ جائے گا۔ اندر لائٹیں جلتی چھوڑ جاتے ہیں کہ گزرنے والا دیکھتا رہے کہ یہ یہ زیورات ہیں۔ کبھی کوئی دکان لوٹی نہیں گئی، کبھی چوری نہیں ہوئی۔ میں نے یہ تک دیکھا کہ جب اذان ہوتی تو سب دکاندار دکانیں بند کر کے نماز کے لیے چلے جاتے۔

اب تو حرم بہت وسیع ہو گیا اس وقت حرم کے بالکل قریب تک دکانیں تھیں۔ کھانے پینے کی چیزیں گڑ، چاول وغیرہ دکاندار جیسے ہمارے بھی کرتے ہیں دکان کے باہر بوریاں لگا کر اوپر سے کھول کر رکھ دیتے ہیں اور جب اذان ہوتی تو مسجد میں چلے جاتے۔ ان بوریوں پر ایک جال سا ڈال دیتے تھے جیسے چڑیاں پکڑنے والا ہوتا ہے۔ اب وہ ساری بوریاں اندر رکھ کر بند کرنے سے تو رہے تو وہ جال سا ڈال دیتے تھے۔ میں حیران ہوتا تھا میں نے کسی کتے کو بھی کسی کھانے کی چیز کو منہ لگاتے نہیں دیکھا، بندہ کیا چرائے گا۔ یہ وہ واقعات ہیں جو میں نے خود دیکھے۔ کیوں؟ وہاں حدود نافذ ہیں ان کی برکات ہیں۔ جب انسان جرائم سے رک جاتے ہیں تو جانور اور درندے بھی ان کی پیروی کرتے ہیں۔ مخلوق ساری انسان کے تابع ہے۔ وہ بھی رک جاتے ہیں تو اسلام میں سزائیں بامقصد ہیں اور یہ بلاوجہ نہیں ہیں کہ جسے چاہیں پکڑ کر آپ ہاتھ کاٹ دیں۔ نہیں، جب تک باقاعدہ جرم ثابت نہیں ہوگا سزا

نہیں دی جائے گی اور جرم ثابت ہو جائے گا تو کوئی رعایت نہیں کی جائیگی اور سزا پھر ایسی دیجائے کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ یہاں یہود نے معاہدے توڑے، بدعہدی کی۔ فرمایا کہ جب ان سے مقابلہ آئے تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو پیچھے ہیں ان کے لیے بھی باعث عبرت بن جائے پھر کوئی آپ ﷺ سے معاہدہ کر کے اسے توڑنے کی جرأت نہ کرے۔ اسے پتہ ہو کہ معاہدہ توڑنے کے بعد یہ سزا ملے گی تو اسلامی سزائیں سخت اس لیے ہیں لیکن جرم سے زیادہ سخت نہیں ہیں۔ جو قتل کرتا ہے اسے قتل ہونا چاہیے اس میں کیا سختی ہے۔ اس نے قتل کیا ہے اسے قتل ہونا چاہیے۔ جو چوری کرتا ہے اسے ہاتھ سے محروم ہونا چاہیے۔ اس نے ہاتھ کا غلط استعمال کیا۔ کوئی ڈاکے ڈالتا ہے اس کا پاؤں کٹنا چاہیے اس نے پاؤں کو غلط استعمال کیا اور چل کر لوگوں کے راستے میں لوٹنے کے لیے بیٹھ گیا، ہاتھوں کو غلط استعمال کیا اور پھر صرف یہ نہیں کہ صرف اس ایک بندے کے لیے عبرت ہو وہ سزا ایسی ہو کہ دوسروں کے لیے بھی عبرت بن جائے تا کہ معاشرہ جرائم سے پاک رہ سکے۔ شاہ فیصل مرحوم جب سعودی عرب کے حکمران تھے تو ایک دفعہ امریکہ تشریف لے گئے یہ سوال وہاں ان پر ہوا کہ آپ کے ہاں سزائیں بڑی سخت ہیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے ہیں یا گردن ماردی جاتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کے ہاں بھی عدالتیں ہیں، سزائیں ہیں وہ کیسی ہیں؟ سوال کرنے والا کہتا ہے ہمارے ہاں بھی ہیں لیکن اس طرح کی سخت نہیں تو انہوں نے فرمایا تمہارے ہاں جرائم کی شرح کیا ہے؟ نیو یارک میں ان دنوں اتفاقاً بجلی کا ایسا کوئی مسئلہ ہوا کہ پورے شہر میں کئی گھنٹے بجلی بند رہی تو اس وقفے میں ڈاکے، چوری، آبرو ریزی، لوٹ مار کی جو رپورٹیں پولیس تھانوں میں درج ہوئیں وہ چھتیس ہزار مقدمات تھے جو درج ہی نہیں ہوئے وہ پتہ نہیں کتنے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے دو تین گھنٹوں کی بجلی بندش سے ایک شہر میں جرائم کی شرح یہ رہی تو تمہارے پورے ملک میں بند ہو جائے تو کیا حشر ہو؟ انہوں نے کہا عرب کی تاریخ اٹھا کر دیکھو تین پشتوں سے ہماری حکومت ہے۔ تین پشتوں کی حکومت میں اتنے جرائم کی تعداد نہیں ملتی۔ تو پوچھنے والے لا جواب ہو گئے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم کلمہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پڑھتے ہیں لیکن ہم شکل سے بھی، گفتار سے بھی، کردار سے بھی امریکی، برطانوی یا یورپین نظر آنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا لباس بھی ان جیسا ہو، ہماری بول چال بھی ان جیسی ہو، ہمارا معاشرہ بھی ان جیسا ہو، ہماری عدالتیں بھی ان جیسی ہوں اور کلمہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پڑھتے رہیں۔ اب یہ بدعہدی ہے یا نہیں؟ میرا خیال ہے اس کا جواب اس بندے کو تو فوراً مل جاتا ہو گا جو قبر میں داخل ہوتا ہے۔ اور زندگی میں جواب پانے کے لیے بڑی قسمت کی ضرورت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں زندگی میں عبرت نصیب ہو جاتی ہے اور جنہیں زندگی میں یہ جواب اپنے دل سے مل جاتا ہے کہ مجھے یہ کرنا چاہیے اور یہ نہیں کرنا چاہیے۔

تو فرمایا سزا محض اگلے کو ایذا دینے کے لیے نہیں ہے۔ جب یہ بدعہدی کرتے ہیں اور کفر پر اصرار کرتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں تو جب ان سے مقابلہ آجائے تو مقابلے میں انہیں ایسی سزا دیجئے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت بن جائے اور لوگ اس جرم سے باز آجائیں۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ معاشرے میں امن قائم رکھنے کے لیے جزا و سزا کا اور عدل کا نظام بنیادی ضرورت ہے۔! جہاں عدل نہیں ہوگا وہاں امن نہیں ہوگا۔ یعنی امن قائم کرنے کی بنیادی ضرورت یہ ہے **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَآ اُولِي الْاَلْبَابِ،**

اے اہل دانش! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے، امن ہے، سکون ہے، آبادی ہے۔ جب تک عدل نہیں ہوگا معاشرہ زندہ نہیں ہوگا۔ اگر انصاف کوڑیوں کے بھاؤ بکے گا، بازار میں فروخت ہوگا، رشوت دے کر خریدنا پڑے گا، انصاف کے لیے برسوں دھکے کھانے پڑیں گے اور عدل نہیں ملے گا تو پھر ظلم نہیں رکے گا۔ اور ہمارے ہاں دہشتگردی کو، ظلم کو، چوری ڈاکے کو روکنے کے دعوے کیے جاتے ہیں، انصاف نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے ساری کوششوں کے باوجود ہر طرح کے مظالم جاری ہیں اور وہ رکنے کا نام نہیں لیتے۔ انہیں روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عدل کیا جائے اور یہ بھی یاد رکھ لیں ہر قوم نے، ہر مذہب نے اور ہر فرقے نے اپنا عدل اپنے حساب سے بنایا کہ یہ عدل ہے۔ عدل صرف وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ اس کے مطابق کرو گے تو انصاف ہوگا اس کے خلاف کرو گے تو انصاف نہیں ہوگا۔ ہمارے جج صاحبان جو نچلی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک بیٹھے ہیں جو فیصلے کرتے ہیں کیا یہ فیصلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق ہوتے ہیں یا انگریز کے دیئے ہوئے طریقے کے مطابق؟ اگر کوئی جج رشوت نہ لے، سفارش نہ مانے، انصاف بھی کرے تو اس طریقے سے کرتا ہے جو انگریز نے بتایا۔ وہ انصاف کہاں ہوگا؟ یہ ساری باتیں کھلیں گی جب ہم اللہ کے حضور حاضر ہوں گے، میدان حشر میں ہوں گے۔ قبر میں جاتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ میں کیا کرتا رہا اور اس کا نتیجہ کیا پیش آرہا ہے۔ تو عدل وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر فرما دیا۔ وہ عدل ہے، وہ انصاف ہے۔ اس کے بغیر ہر طرح کا کام ناانصافی ہے۔

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ. آپ دیکھیں اللہ کریم نے کافر کو بھی کتنے انسانی حقوق عطا فرمائے ہیں کہ کسی کافر قوم سے آپ ﷺ کا معاہدہ ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کو کہ کسی مشرک قبیلے نے یہودیوں نے عیسائیوں نے، کسی غیر مذہب نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا ہے۔ اب آپ ﷺ کو خطرہ یہ ہے کہ آپ سے معاہدہ توڑ رہے ہیں، بد عہدی کر رہے ہیں تو انہیں معاہدہ واپس کئے بغیر سزا مت دیجئے۔ ان کا عہد انہیں لوٹا دیجئے۔ انہیں بتا دیجئے کہ تم نے ہم سے جو معاہدہ کیا تھا تم نے معاہدہ کی شرائط کی پاسداری نہیں کی، تم نے معاہدہ توڑ دیا لہٰذا ہم تمہارا عہد تم کو واپس کرتے ہیں۔ وہ یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہمارا آپ سے معاہدہ تھا اور معاہدے کے ہوتے ہوئے آپ نے ہم پر حملہ کر دیا یا سزا دی، یا ہمارے ساتھ جنگ کی۔ فرمایا نہیں۔ آپ نے معاہدہ کیا ہے۔ **وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً** پھر کسی قوم سے آپ کو خیانت کا اندیشہ ہو، معاہدے کے توڑنے کا اندیشہ ہو، بدعہدی کا اندیشہ ہو **فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ** تو ان کا عہد ان کو برابری کی سطح پر لوٹا دیں۔ جس طرح برابری کی سطح پر معاہدہ کیا تھا کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو گے ہم تمہاری یہ مدد کریں گے یا تمہارا تحفظ کریں گے یا تم سے جنگ نہیں کریں گے۔ اب انہوں نے بے وفائی کی تو انہیں بتا دیجئے کہ وہ عہد ہم ختم کر رہے ہیں تمہارا عہد ہم تم کو لوٹا رہے ہیں۔ حدیبیہ میں اہل مکہ سے دس سال کے لیے معاہدہ ہو گیا تھا لیکن انہوں نے بدعہدی کی، خود عہد توڑا اور پھر بڑی کوشش کی کہ معاہدہ بحال کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے رد فرما دیا۔ فرمایا ہم نے معاہدہ نہیں توڑا، تم نے بدعہدی کی ہے۔ اب اس کی تمہیں سزا ملے گی اب تمہارا ہمارا معاہدہ ختم۔ اور اسی سبب پھر فتح مکہ ہوا۔ سو فرمایا بے شک وہ کافر ہوں، یہودی ہوں، بے دین ہوں لیکن جب آپ سے معاہدہ کر لیں تو مومن عہد کی پاسداری کرے گا اور یہ خطرہ محسوس ہو کہ یہ بدعہدی کریں گے تو ان کا عہد ان کو لوٹا دو۔ اس لیے کہ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ**. اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ بغیر معاہدہ لوٹائے اگر مسلمان بھی ان کو بد عہدی کی سزا دینا چاہیں گے تو بدعہدی تو انہوں نے کی، وہ مستحق

ہیں کہ بدعہدی کی سزا دی جائے لیکن سزا دینے سے پہلے ان کا معاہدہ انہیں لوٹا دیا جائے تا کہ انہیں یہ پتہ ہو کہ معاہدہ ختم ہو گیا ہے اب ہمیں سزا ملے گی یا ہمارا مقابلہ ہو گا۔ اگر معاہدے کے ہوتے ہوئے انہیں سزا دی جائے تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ خیانت ہے، یہ بددیانتی ہے کہ ایک بندے کو یہ کہا جائے کہ میری تیری صلح ہے پھر اس صلح کے پیچھے اسے نقصان پہنچایا جائے۔ نہیں پہلے انہیں بتا دیں کہ ہماری طرف سے صلح کا معاہدہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد پھر انہیں سزا دیں۔ اس لیے کہ کافر تو خیانت کرتا ہی ہے اور اللہ کریم کو سخت ناپسند ہے لیکن خیانت اگر مومن بھی کرے تو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ جن چیزوں سے رب کریم نے روکا ہے اگر وہ کافر کرتا ہے تو اللہ کریم کو سخت ناپسند ہے تو اگر وہی کام مومن بھی کرے گا تو اللہ کو اتنا ہی ناپسند ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ** اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتا، انہیں پسند نہیں کرتا۔

بات تو معاہدے کے ضمن میں ہو رہی ہے لیکن یہ کلمہ حق پڑھنا، قبول کرنا بھی تو ایک معاہدہ ہے۔ یہ بھی تو زندگی بھر کا معاہدہ ہے تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم جو وعدہ اللہ سے، اللہ کے رسول ﷺ سے کر رہے ہیں اس پر ہم کہاں تک عمل کر رہے ہیں۔ کس باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اگر حج فرض ہے تو کرتے ہیں، کس طرح سے غریب پروری کرتے ہیں، اپنے ماتحتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں، اپنی ذمہ داری جو ہے جس کی اجرت لیتے ہیں وہ کتنی پوری کرتے ہیں؟ یہ ساری باتیں اس میں آ جاتی ہیں کہ جہاں بھی کچھ ہو گا وہ خیانت ہو گی۔ جہاں بھی کمی ہو گی وہ خیانت ہو گی اور خیانت ایسا جرم ہے جو اللہ کریم کے ہاں پسند نہیں کیا جاتا۔ اللہ کریم کی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اللہ کے کرم سے دور کر دیتا ہے، اور ہم اگر اپنے حالات پر نظر کریں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ہمارے حالات بہت خراب ہیں، ہم جنگوں میں الجھے ہوئے ہیں، ہمارے ساتھ دہشتگردی کی جنگ ہو رہی ہے، ہمارے ہاں چوری ڈاکے ہیں، ہمارے ہاں فرقہ بندی ہے، ہمارے ہاں قتل عام ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے ساری چیزیں قابلِ مذمت ہیں، نہیں ہونا چاہییں لیکن یہ یاد رکھیں جب تک ہم دیانت و امانت نہیں اپنائیں گے ان عذابوں سے نہیں نکلیں گے؟ جو بندہ بددیانتی کرتا ہے وہ خود ظلم کرتا ہے اور جو خود ظلم کرتا ہے وہ اپنے ساتھ انصاف کی امید کیسے رکھ سکتا ہے۔ اگر ہم خود ظلم کرتے ہیں، حقوق اللہ میں بھی ظلم کرتے ہیں اور حقوق العباد میں بھی ظلم کرتے ہیں، دوسروں کا حق کھا جاتے ہیں، دوسروں کی عزت لوٹ لیتے ہیں، دوسروں کی آسائش چھین لیتے ہیں، خود ظلم کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ اس کے بدلے میں انصاف کیسے ہو گا تو قرآن کریم تاریخ بیان کرنا پسند نہیں فرماتا۔ یہ قصے تاریخ کے لیے بیان نہیں کرتا، عبرت کے لیے بیان کرتا ہے کہ کن لوگوں نے کیا کیا اس پر اللہ نے کیا سزا مرتب فرمائی اور ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ اس کے معنی یہ ہوتا ہے کہ اے پڑھنے والے، اے سننے والے اگر تو ایسا کرے گا تو تجھے بھی ایسے ہی نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ لہٰذا قرآن کریم کو سمجھ کر اپنے آپ پر نافذ کرنا چاہیے ور اگر اللہ ہمیں توفیق دے ہم اگر پاکستان میں تبدیلی چاہتے ہیں تو ہمیں خود کو مثبت طریقے پر بدلنا ہو گا۔

ہر بندہ اپنے آپ کو دیانت و امانت پر قائل کرے۔ اگر اٹھارہ کروڑ بندے ہیں تو میں پاکستان کا اٹھارہ کروڑواں حصہ ہوں۔ میری اصلاح ہو جائے تو اٹھارہ کروڑویں حصے کی اصلاح تو ہو گئی۔ ایک ایک کر کے اس طرح اصلاح ہوتی جائے تو سارے کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق دے، ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے، ہمیں قرآن حکیم کو پڑھنے، جاننے، سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

شیخ المکرم کی مجلس میں

سوال اور ان کے جواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

س: بلوچستان خصوصاً کوئٹہ میں پنجابیوں کو بلوچ مار رہے ہیں۔ لوگوں کی مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں۔ پولیس اور فوج کو طالبان کے نام پر مارا جارہا ہے، اہل تشیع کے گروہ در گروہ مارے جارہے ہیں، غرض کوئی طبقہ محفوظ نہیں۔ ایسی حالت میں شہر سے کوچ کرنا افضل ہے یا صبر کرنا؟

ج شیخ المکرم: نبی کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے کہ جب کسی قوم میں فحاشی و بدکاری عام ہوجاتی ہے تو اُسے قتل و غارت گری کے عذاب میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ ہماری یہ عجیب عادت ہے کہ ہم بیماری کی شکایت بھی کرتے ہیں اس کا علاج بھی چاہتے ہیں۔ لیکن اصول یہ ہونا چاہیے کہ اس بیماری کا سبب تلاش کیا جانا چاہیے۔ اور وہ سبب ختم کیا جائے تو یہ مستقل علاج ہوتا ہے۔

ایک آدمی کو سر میں درد ہے، آپ نے اُسے سر درد کی گولی دے دی، اُسے آرام آ گیا، گھنٹہ آرام رہے گا، دو چار گھنٹے رہے گا لیکن سر درد کی جو وجہ ہے وہ تو اندر ہے۔ اس لیے وہ پھر ہوجائے گا۔ یہی حال تمام جسمانی بیماریوں کا ہے کہ جب تک اس کی وجہ تلاش کر کے وہ وجہ زائل نہ کی جائے مکمل صحت یابی نہیں ہوسکتی عارضی علاج آپ کرتے رہیں۔ اب اہل مغرب کا یہی طریقہ ہے کہ بیماری کا وقتی علاج تو کرتے ہیں اس کی وجہ کو ختم نہیں کرتے۔ شراب عام ہے، سود کھاتے ہیں، خنزیر کھاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو بے حیائی اور فحاشی پھیلتی ہے اس سے تنگ تو ہیں، کئی قسم کی پابندیاں لگاتے رہتے ہیں مثلاً یہ کہ Public Place پر یہ نہیں ہوگا۔ فلاں جگہ پر یہ نہیں ہوگا لیکن سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ ان برائیوں کا سبب موجود ہے۔ ہمارا بھی یہی حال ہے، مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے بعض اوقات ہمارے ٹی وی چینلز بتا رہے ہوتے ہیں فلاں ملک نے فلاں چیز کا یہ مداوا کیا ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیے۔ انھیں یہ توفیق نہیں ہوتی کہ بتائیں تاریخ انسانی کا انتہائی تاریک دور وہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ اس سے پہلے بھی تاریکیاں چھاتی رہیں، قومیں غرق بھی ہوئیں، اُن پر آگ بھی برسی لیکن سب میں کوئی ایک ایک برائی ہوتی تھی جس کا ذکر قرآن کریم نے اُن قوموں کی ہلاکت کے ساتھ فرمایا ہے۔

کوئی کم تولتے تھے، لین دین میں خرابی کرتے تھے، کوئی لواطت کرتے تھے، کوئی بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ہر قوم میں ایک

ایک برائی ایسی شدید تھی جس کے باعث عذاب آئے۔ جسے قرآن کریم نے بیان کر کے اس کے نتائج اُن کی تباہی کا نتیجہ قرار دیے ہیں لیکن سب سے تاریک ترین دور جو اس بوڑھے آسمان نے دیکھا وہ، وہ تھا جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ایسا دور تھا کہ تمام برائیاں بیک وقت انسانوں میں موجود تھیں۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھئے یہ سرزمین برصغیر ہند جہاں ہم بیٹھے ہیں جو اب آدھا پاکستان، آدھا ہندوستان اور بنگلہ دیش بن چکا ہے۔ کون سی برائی ہے جو یہاں نہیں ہوتی تھی اور کون سا ظلم تھا جو روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ پتھر کے بتوں، درختوں، جانوروں کو دیوتا مان کر انہیں خوش کرنے کے لیے ان کے سامنے انسان ذبح کئے جاتے تھے۔ اب اس سے زیادہ وحشت کیا ہوگی، مرنے والے کے ساتھ اس کی بیوی کو زندہ جلا دیتے تھے۔ یعنی بے شمار قباحتیں تھیں۔ یہاں سے اوپر جائیں آپ وسط ایشیائی اقوام میں، میں اُن کے حالات دیکھ رہا تھا وہ ایک واقعہ لکھتے ہیں کسی قبیلے پر کسی دوسرے قبیلے نے غارت گری کی، اُن کے مرد قتل کر دیئے، بچے پکڑ کر لے گئے، عورتیں اٹھا کر لے گئے، مال لوٹ کر لے گئے۔ تو اُن کا سردار جو وہاں موجود نہیں تھا جب وہ واپس آیا تو چند لوگ جو درخت کی شاخوں میں چھپ گئے تھے وہ بچ گئے۔ تو وہ تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ بیٹھا رو رہا تھا تو اس کے حالات سن کر اس کا کوئی دوست آ گیا۔ تو اس نے پوچھا رو کیوں رہے ہو؟ اس نے کہا اس حشر پہ رو رہا ہوں۔ ہم آرام سے رہ رہے تھے۔ کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ہم نے کسی کا کچھ بگاڑا نہیں تھا۔ انھوں نے پورا ہمارا قبیلہ ہی تباہ و برباد کر دیا، سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ اس نے کہا اس کا علاج رونے سے نہیں ہے، تمہارے جو بندے بچے ہیں انہیں جمع کرو، چاہو تو میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔ اپنے سے کسی کمزور کو دیکھو اور اس پر ٹوٹ پڑو۔ اپنی کمی پوری کرلو لوٹ کر لے آؤ۔ یہ معاشرہ ہمارے شمال میں تھا۔ یورپ برطانیہ، امریکہ، یورپ، والوں کو (The cave Man) کہتے تھے جو غاروں میں رہتے اور لوٹ مار کرتے تھے، قتل و غارت گری کرتے تھے۔ اس زمانے کے امریکہ کو (The wild wild west) لکھتے ہیں۔ دو دفعہ وحشی، وحشی امریکہ لکھتے ہیں۔ اور اب بھی (The wild west) کے نام سے وہ اس زمانے کی فلمیں خود دکھاتے ہیں۔ بندہ لرز جاتا ہے کہ کیا یہ سارے کام کرنے والے یہی دو ہاتھ دو پاؤں والے انسان تھے؟ اتنا ظلم تو درندے بھی نہیں کریں گے۔ نیچے جائیں تو افریقہ تھا جہاں انسان انسان کو شکار کر کے پکا کر کھا جاتے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب دنیا کے عین درمیان میں تھا۔ پھر عرب ہمیشہ سفر پر رہتے تھے۔ تجارت ان کا مرکزی پیشہ تھا۔ بنیادی پیشہ جو تھا وہ تجارت تھا، دور دور تک جاتے، سامان لے جاتے بیچتے چلے جاتے، خریدتے چلے جاتے۔ واپس پر خریدتے بیچتے چلے آتے۔ تجارتی قافلے تھے پھر عرب کے مختلف مقامات پر بڑی بڑی منڈیاں ہوتیں اور مغرب سے بھی، مشرق سے بھی چین سے ہندوستان تک لوگ وہاں جاتے۔ یہ جو ان کا بیرونی دنیا کے ساتھ رابطہ تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں کوئی برائی ہوتی تھی وہاں سے وہ برائی بھی لے آتے تھے۔ بت پرستی بھی عرب میں اسی طرح باہر سے آئی۔ کوئی دیکھ کر آیا اور ایک بت

بھی خرید کر لایا اور شروع کر دی۔ تو جزیرہ نمائے عرب وہ مقام تھا جہاں ہر طرح کی برائی موجود تھی۔ جہالت کے انہی اندھیروں میں آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے اور اتنی بڑی تبدیلی لائے جسے واقعی انقلاب کہا جاسکتا ہے۔ یہاں تو بات بات پر انقلاب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ حالانکہ انقلاب سے مراد کسی چیز کی ماہیت، صورت، خصوصیات کا کلی طور پر تبدیل ہوجانا ہے اور انقلاب ہوتا ہے منفی سے مثبت کی طرف تبدیل ہوجانا۔ یعنی کوئی قوم آرام سے رہ رہی ہے اُسے آپ فساد میں مبتلا کردیں تو اِسے انقلاب نہیں کہتے۔ اگر چہ تبدیلی ہوگی لیکن اُسے انقلاب نہیں کہتے۔ انقلاب کہا جاتا ہے کہ کوئی قوم تباہی کی طرف جارہی ہے تو اُسے پلٹ کر آپ اچھائی کی طرف، نیکی کی طرف، ترقی کی طرف گامزان کردیتے ہیں۔ میری رائے میں روئے زمین پر حقیقی انقلاب آقائے نامدار ﷺ نے برپا کیا، آپ نے لوگ باہر سے نہیں منگوائے اللہ کریم نے مخلوق آسمانوں سے نہیں اُتاری، وہی لوگ جو ان چیزوں میں مبتلا تھے وہی بدلے اور ایسے بدلے کہ ایک ربع صدی میں انھوں نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔ نہ صرف خود بدلے بلکہ اقوام عالم کو بدل کر رکھ دیا۔ اور وصال نبوی کے 23 برسوں کے اندر اندر سائبریا سے افریقہ تک اور چین سے ہسپانیہ تک مسلمانوں کی ریاست قائم ہوچکی تھی جس میں عدل ہوتا تھا انصاف ہوتا تھا۔ جہاں جان و مال کو تحفظ حاصل تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عدیؓ ابن حاتم، حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ نور ایمان سے مشرف ہوئے۔

مشرکین مکہ کے مظالم زوروں پر تھے۔ حضرت عدیؓ نے عرض کی یارسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخری رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ جو مشرکین ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں تو آپ دست دعا تو اٹھائیے حرم میں جلوہ افروز ہیں آپ دعا فرما دیجیے اس سے اللہ لوگوں کی جان چھڑائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عدی گھبراؤ نہیں۔ حالات بدل رہے ہیں، وقت بدل رہا ہے اور ایسی تبدیلی آئے گی کہ تم دیکھو گے، اگر تم زندہ رہے تو تم دیکھو گے، اللہ کریم مجھے معاف فرمائے میں مفہوم بیان کررہا ہوں ہو بہو الفاظ نہیں۔ کوئی کمی بیشی ہوجائے تو اللہ معاف فرمائے۔ میں مفہوم عرض کررہا ہوں۔ تو فرمایا تم دیکھو گے کہ ربع الخالی سے، (عرب کا جنوب مشرقی کونہ جو ہے اُسے ربع الخالی کہتے ہیں۔ آبادی نہیں ہے وہاں صحرا ہی صحرا ہے۔ جہاں کہیں کہیں خانہ بدوش پھرتے نظر آتے ہیں) ایک بڑھیا اپنی پوٹلی لیے ہوئے نکلے گی اور بیت اللہ آئے گی، حج کرے گی اور واپس چلی جائے گی اور اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں یارسول اللہ یہ بنو طے (جس قبیلے کا سردار حاتم طائی تھا) یہ ربع الخالی سے حرم سے آئیں تو راستے میں اس کا علاقہ پڑتا ہے اور یہ سارے ڈاکو پیشہ تھے۔ تو عرض کرتے ہیں یارسول اللہ بنو طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے اگر وہ اس طرح آرام سے گزر آئی۔ وقت گزر گیا۔ حضور کی حیات دنیوی میں اسلامی ریاست اور انصاف قائم ہوگیا اور پھر وصال نبوی ﷺ کے بعد ریاست اسلامیہ میں پھیلاؤ شروع ہوا۔ معلوم دنیا کے تین حصوں پر ریاست قائم ہوئی۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں

کہ میں بیت اللہ میں موجود تھا میں نے عمر رسیدہ خاتون کو دیکھا۔ اس کی بغل میں ایک پوٹلی تھی اور وہ طواف کر رہی تھی۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ بی بی کہاں سے آئی ہو؟ اس نے کہا ربع الخالی سے۔ کس کے ساتھ آئی ہو، تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا میرے ساتھ میرا اللہ ہے۔ پوچھا کیا واپس وہیں جانا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں واپس وہیں جانا ہے۔ واپسی پر کون ساتھ ہوگا؟ کہنے لگیں میرا اللہ میرے ساتھ ہوگا کوئی خطرہ نہیں۔ جو حضرات عورت کے لیے اجازت دیتے ہیں کہ وہ بغیر محرم کے بھی حج پر جاسکتی ہے وہ اسی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ تو میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا کوئی ذریعہ ابلاغ ہمیں یہ کیوں نہیں بتاتا کہ ان بیماریوں کا علاج وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حالات اتنے نہیں بگڑے۔ ابھی اگر قتل کرنے والے لوگ ہیں تو قتل ہونے سے بچانے والے لوگ بھی ہیں۔ اگر ڈاکو ہیں تو خیرات کرنے لوگ والے بھی ہیں۔ اگر بے دین و بدکار ہیں تو اللہ اللہ کرنے والے لوگ بھی ہیں۔

بے شمار اللہ کے بندے ہیں جو رات دن قرآن وحدیث پڑھ پڑھا رہے ہیں۔ رات دن سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ جاری ہے، ذکر اذکار ہو رہے ہیں، صدقات وزکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں، عمرے کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، بیماری اس درجے کو نہیں پہنچی۔ اگر اُس درجے کا علاج وہی تھا جو حضور ﷺ نے فرمایا تو آج بھی دوا وہی چاہیے۔ جو نبی کریم ﷺ نے دی تھی اس کی بنیاد اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان اور اس کی تفسیر، زندگی کو حضور ﷺ کی اطاعت میں ڈھالنا ہے۔ پولیس لگا دو، فوج لگا دو، فوری انصاف کی عدالتیں لگا دو، پکڑا ہوا آئے اور اُسے لٹکا دیا جائے۔ یہ سارے عارضی علاج ہیں۔ آج تو گناہگار بچ جاتے ہیں، بے گناہ سولی لگ جاتے ہیں۔ لوٹنے والے بھاگ جاتے ہیں اور راہگذر مارے جاتے ہیں۔ فوج اور پولیس گولی چلاتی ہے تو کئی رہگیر مارے جاتے ہیں اور لوٹنے والے مال اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ عارضی علاج ہے۔ عارضی طور پر ٹھیک ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے اپنے قانون کو اپنے قانونی اداروں کو حرکت میں لائے۔ لیکن یہ وقتی علاج ہے۔ ایک شخص کو بہت بخار ہے آپ اس کے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھتے ہیں تو اچھی بات ہے وقتی طور پر بخار کو کم کر دیتی ہیں۔ لیکن بخار تو جب جائے گا جب اس کی وجہ جسم سے جائے گی۔ جس وجہ سے بخار ہے وہ وجہ ختم ہوگی۔ اگر کہیں سینے میں انفکشن ہے پھیپھڑوں میں کوئی نقص ہے، کہیں گردہ خراب ہے تو اس کا علاج ہوگا تو بیماری جائے گی۔ وقتی طور پر عارضی علاج سے افاقہ تو ہو جاتا ہے، بیماری نہیں جاتی۔ تو حکومت کے بنیادی فرائض میں ہے کہ لوگوں کے جان و مال کا تحفظ ہو، اُسے چاہیے کہ اپنے اداروں کو متحرک کرے اور لوگوں کی جان مال کو تحفظ دے۔ لیکن شاید حکومت ہو تو تحفظ دے۔ اور حکومت کے نام پر چند لوگ بیٹھے عیش کر رہے ہوں اور اپنی عیاشیوں ہی سے انہیں فرصت نہ ہو اور باہر کی آواز اُن کے محلوں تک جانہ سکے اور لوگوں کی چیخ و پکار انہیں سنائی نہ دے تو پھر کیا نتیجہ ہوگا؟ ہم سب کی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ حکومت یہ سب کچھ کرے لیکن حکومت

چاہے تو ایک دم سے پورے ملک میں تبدیلی لاسکتی ہے، ایک ایسا نصاب پیش کرسکتی ہے جو تعلیمات اسلامیہ کے عین مطابق ہو اور عہد جدید کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہو۔ اسلام تو ہمیشہ کے لیے ہے اور ہر عہد کے انسانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ہر سوال کا جواب دیتا ہے تو اگر حکومت اسے نافذ نہیں کرتی تو کیا یہ فرض ہم پر نہیں ہے کہ ہم اپنی اصلاح خود کریں۔ جہاں تک ہماری آواز پہنچتی ہے، جو لوگ ہماری بات سنتے ہیں ان کی اصلاح کریں۔ اگر ہم یہ بھی پورے خلوص سے کریں تو ان شاء اللہ حکومتیں بھی بدل جاتی ہیں، حالات بھی صحیح ہو جاتے ہیں، خراب لوگوں کی جگہ اچھے لوگ بھی آسکتے ہیں۔ لیکن ہماری اصل بیماری یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرا ٹھیک ہو جائے، دوسرے کو اس کے فرائض یاد دلاتا ہے۔ دوسرے کے کرتوتوں پر تنقید کرتا ہے۔ اس کے کردار کو اچھالتا ہے، لیکن کوئی یہ تکلیف نہیں کرتا کہ اپنے آپ کو سدھار لے حالانکہ اس دوسرے کا جواب ہم نے نہیں دینا، میں نے اپنا جواب دینا ہے، میں پہلے اپنے آپ کو درست کروں کہ میں کیا کر رہا ہوں، میرا عقیدہ کیا ہے، میرا کردار کیا ہے، میرا عمل کیا ہے، کہیں میری وجہ سے تو دنیا پر تباہی نہیں آرہی، اس کا سبب کہیں میرا کردار تو نہیں؟ کم از کم میں تو توبہ کرلوں تو اس تباہی میں جتنا حصہ میرا ہے وہ تو کم ہو جائے گا۔ تو یہ دونوں علاج ضروری ہیں۔ وقتی علاج بھی جسے انگریزی میں (First aid) کہتے ہیں اور مستقل علاج بھی۔ وقتی علاج یہ ہے کہ ادارے اپنا اپنا کام اپنی حدود میں رہ کر دیانت داری سے اور انصاف سے کریں اور دائمی علاج یہ ہے کہ من حیث القوم عظمت الٰہی کو تسلیم کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو صمیم دل سے، دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرلیں۔ اور اپنے کردار کو حضور ﷺ کے اتباع اور سنت میں ڈھالیں تو ان شاء اللہ حالت بدل جائے گی۔

س: آج کل ولائیتی مرغیاں عام ہیں شریعت کے حوالے سے بتا دیں کہ کیا ان کا کھانا حلال ہے؟ اگر یہ حلال ہیں تو کیا یہ اپنی فیڈ کے حوالے سے طیب بھی ہیں؟

جواب شیخ المکرم: آج کل مرغیاں ہی نہیں بڑے جانور بھی اسی طرح تیار کئے جا رہے ہیں، دنبے بکرے گائے بیل اور بھینسیں بھی اسی طرح تیار کی جا رہی ہیں۔ مختلف قسم کی فیڈز انھیں دی جاتی ہیں، جس سے وہ تھوڑے عرصے میں دو تین مہینے میں بہت زیادہ وزن کے ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں ذبح کر دیا جاتا ہے اور نئے جانور پال لیتے ہیں۔ یہ عمل مرغیوں سے شروع ہو کر اب دیگر تمام سارے جانوروں تک پہنچ چکا ہے۔ جانور کے حلال اور حرام ہونے میں اس کی غذا شرط نہیں ہے۔ جانور انسانوں کی طرح مکلف نہیں ہے کہ وہ کیا کھاتا ہے، کہاں سے کھاتا ہے، جو مرغیاں عام گھروں میں پلتی ہیں جیسے ہم دیسی مرغیاں رکھتے ہیں یہ بھی تو سارا دن روڑھی (کوڑے کا ڈھیر) سے غذا چنتی رہتی ہیں اور اس میں سے کھاتی رہتی ہیں۔ گندگی، ناپاک چیزیں اور کیڑے مکوڑے بھی کھا جاتی ہیں۔ سنپولیے کھا جاتی ہیں۔ یہ جو مرغیاں ہم دیہات میں عام گھروں میں رکھتے ہیں ان کی غذا کوئی پاک تو نہیں ہوتی۔ سارا دن یہ بھی تو گلیوں میں پھرتی ہیں جو اچھا، برا ملے کھاتی

رہتی ہیں۔تو وہ جو مرغی کے کھانے کا ہے کہ اس نے کیا کھایا اس کا اطلاق مرغی پر ہوتا ہے اور وہ شریعت کی مکلف نہیں ہے۔

انسان جو مرغی کھاتا ہے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ حلال جائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو اور اللہ کے نام پر ذبح کی گئی ہو۔یعنی یہ دو شرطیں ہیں کہ ایک تو وہ جائز طریقے سے حاصل کریں اور دوسرے وہ ذبح شرعی طریقے سے کی گئی ہو۔اب اس میں بھی ایک مسئلہ آ گیا ہے کہ ذبح کی بھی مشینیں لگ گئی ہیں، اس میں کیسٹ لگا دی جاتی ہے، وہ کیسٹ تکبیر پڑھتی رہتی ہے، مشین جانور کاٹتی رہتی ہے۔تو یہ طریقے میری سمجھ میں تو نہیں آتے۔میں نہیں سمجھتا کہ یہ حلال ہیں۔اگر کوئی واقعی ذبح کرتا ہے تو وہ تو درست بات ہے۔ ہاں جو خوراک جانور کھاتے ہیں اس کا جو اثر جسم پر ہوتا ہے کہ اس میں غذا کس قسم کی گئی ہے اس میں کوئی بیماری تو پیدا نہیں ہو رہی وہ الگ مسئلہ ہے۔وہ ہمیں خود غور کرنا ہے کہ یہ (Medically fit) ہیں کہ نہیں ہیں۔ان کے کھانے سے کوئی نقصان تو نہیں ہوتا۔تو یہ جو کہا جاتا ہے انھیں مردہ مچھلیاں کھلا دی جاتی ہیں یا جانوروں کا گوشت دیا جاتا ہے اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمارے پاس دیہات میں گھروں میں جو مرغیاں ہیں ان کو کیا ہم ساری صالح اور حلال غذا ہی دیتے ہیں؟ وہ بھی تو ہر چیز کھاتی پھرتی ہوتی ہیں۔ تو اس کا مکلف تو انسان نہیں ہے۔جانور جہاں پھرتا ہے کھا لیتا ہے اور یہ اچھی بات ہے کہ عمداً جان بوجھ کر انہیں حرام نہ کھلایا جائے۔ یہ جو فیڈ ملتی ہے اس میں تو میرے خیال میں عمداً زیادہ حرام ملا دیتے ہیں، دم مسفوح ملا دیتے ہیں اور مردہ جانوروں کی چیزیں ملا دیتے ہیں۔تو بہر حال اس کے دو اثر ہیں۔ایک شرعی طریقے سے کہ اس میں تو گنجائش نکل سکتی ہے کہ کوئی ناپاک چیز کھائی تو جانور نے کھائی وہ تو مکلف نہیں تھا۔جب جانور کے وجود کا حصہ بن گئی پھر وہ چیز نہ رہی پھر وہ مرغی کا گوشت بن گیا۔

تو اگر شرعی طریقے سے ذبح ہو حلال کی جائے تو ٹھیک ہے۔

ایک دوسرا اثر ہے کہ مرغی نے مثلاً زہریلا کیڑا کھا لیا۔ہم نے ذبح کی وہ زہر کا اثر ہم میں چلا گیا۔وہ طب کا یا میڈیکل کا مسئلہ ہے۔تو اس کے حوالے سے بندہ خود دیکھ سکتا ہے۔یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہر روز گوشت کھانا کیوں ضروری ہے؟ ہم نے تو اس علاقے میں وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ کسی جانور کو چوٹ لگ جاتی وہ گر گیا، تو اسے ذبح کر دیا جاتا وہ گوشت لوگوں کو کھانے کو ملتا تھا یا بقر عید پر قربانیاں ہوتی تھیں تو لوگ گوشت کھاتے تھے۔ یا کسی کی شادی پر جانور ذبح ہوتا تو گوشت پکتا تھا ورنہ سارا سال دال اور سبزی کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔اور وہ لوگ ہم سے صحت مند تھے، تنومند بھی تھے، کام بھی ہم سے زیادہ کرتے تھے اور عمریں بھی لمبی تھیں۔اب باہر سے بھی دوستوں کے فون آتے ہیں اور یہ بھی جیسے یہ آج سوال آ گیا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روزانہ مرغی کھانے کی ضرورت کیا ہے؟ سبزی بھی تو پکائی جا سکتی ہے، دالیں بھی تو کھائی جا سکتی ہیں، ہم تو لسی کے گھونٹ کے ساتھ بھی روٹی کھا لیتے ہیں۔میں کئی دن ہری مرچ، پیاز سے روٹی کھا کر لسی پی لیتا ہوں تو میں کوئی آپ سے کمزور تو نہیں ہوں۔کھانا تو زندہ رہنے کے لیے کھایا جاتا ہے زندگی کھانے پر قربان کرنا جہالت ہے۔یہ

ضروری نہیں کہ بندہ ایسی چیزیں کھا کر وقت سے پہلے مرجائے۔ ضروری یہ ہے کہ صالح، صاف پاکیزہ، حلال غذا کھائی جائے۔ آدمی کو مرغی کے گوشت میں شبہ ہے تو نہ کھائیں۔ مرغی کھائے بغیر بھی تو گذارہ ہوتا ہے۔ تو میں نے ان کی دونوں حیثیتیں عرض کردیں جو کچھ اللہ کریم نے میری سمجھ میں دیا تھا۔ اس کے دو اثرات ہیں شرعی اور طبی تو دونوں کو دیکھنا چاہیے۔ شرعاً یہ بات بھی کہ اگر حرام نہ ہوئی تو مکروہ تحریمی تو ہوگی اور ایسی چیزیں کھائی جائیں جن سے صحت خراب ہو تو شرعاً بھی جان بوجھ کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اور کوئی چیز بھی انسان کھا لے اس کا ذائقہ صرف زبان اور حلق تک رہتا ہے۔ حلق کے نیچے اُتر گئی تو سب ایک ہیں۔ پیٹ میں کوئی کڑوا نہیں ہے، کوئی میٹھا نہیں ہے کوئی تلخ نہیں ہے کوئی شیریں نہیں ہے۔ یہ سارا Taste زبان تک رہتا ہے۔ تو محض زبان کے چسکے کے لیے بندہ ایسی چیزیں کھائے جو اس کی صحت خراب کریں یا ایسی چیزیں کھائے جو ایمان ہی خراب کردیں تو کیا فائدہ؟ تو کھانے والے کو بھی اپنی ضرورت کا، اپنے وسائل کا، احساس رکھنا چاہیے۔ اب یہاں جنہوں نے سال سال بھر گوشت نہیں کھایا وہ باہر جاتے ہیں پھر باہر سے کہتے ہیں جی یہاں حلال گوشت نہیں ملتا کیا کریں حرام کھانا مجبوری ہے۔ بھئی یہاں تو دال پر عمر گذار رہے تھے وہاں بھی دال کھاتے رہو۔ کوئی فرض واجب تو نہیں ہے کہ روز گوشت کھایا جائے۔ جو پروٹین گوشت میں ہوتی ہیں وہ ساری پروٹین مختلف سبزیوں اور مختلف دالوں میں بھی مل جاتی ہیں۔

یعنی ضروری نہیں ہے کہ وہ غذائیت ساری گوشت ہی میں ہوتی ہے۔ جو پروٹین گوشت میں ہے اور انسانی بدن کے لیے ضروری ہے وہ مختلف دالوں میں، مختلف پھلوں میں، مختلف سبزیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ تو جہاں شبہ ہو یقین نہ ہو وہاں بہتر ہے کہ اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ محفوظ راستہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں شبہ ہو وہاں قدم نہ رکھا جائے۔ اور جہاں یقینی علم ہو اس طرف جایا جائے

آگے یہ فرماتے ہیں کوئٹہ کے حالات کے لیے خصوصی دعا کیجئے۔

گذارش ہے ہم تو روز دعا کرتے ہیں صرف کوئٹہ کے لیے نہیں پورے ملک کے لیے بھی اور پورے عالم اسلام کے لیے بھی اور یہ ہم سب کا فریضہ بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں تمام مسلمانوں کو روزانہ بلکہ ہر نماز کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمارے حالات بدل دے۔ ہمیں عدل و انصاف سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے محبوب نبی ﷺ کا اتباع اختیار کریں۔ یاد رکھیں ان سب بیماریوں کا حقیقی علاج نور ایمان اور عمل صالح میں ہے۔ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت میں ان کا علاج ہے۔ باقی علاج ہیں لیکن وہ جسے انگریزی میں (First aid) کہتے ہیں وقتی اور لمحاتی۔ تھوڑا سا آرام آ گیا پھر دھماکہ ہوگیا۔ دو دن گذر گئے پھر دو بندے قتل ہو گئے۔ تو اللہ اس مصیبت سے ہمارے ملک کو بھی نجات دے۔ تمام عالم اسلام کو بھی ان مصیبتوں سے محفوظ فرمائے۔ ہمیں نور ایمان عطا فرمائے۔ توفیق عمل عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن.

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّی کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلرکہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرّم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

body in this world has such greatness then how magnificient would be the person who nurtures the human beings to make them successful in both the worlds. If we develop this spirit in ourselves whereby we can sacrifice our comfort in adherence to our Deen, and we can sacrifice our desires and wealth in obedience to our Prophet (saw) then this spirit is khuloos. The means of acquiring this spirit is to remember Allah in abundance. The Prophet (saw) said that everything gets rusted and so do the hearts. There is a polish for everything to cleanse it of it's rust, the polish for rusted hearts is Zikr Allah.

Zikr Allah is not only the medicine for hearts but also food and life for them.

When a person wades through the river or sea he comes across whirlpools.At times he is carried to the shore by the tides and at times pulled in by a whirlpool never to be seen again. In this sea too there are two whirlpools which are very dangerous. One, a person begins to expect material tributes from people who visit him. This is very dangerous as the person then forgets Allah and pins his hopes on His creation. The center of all hopes is only Allah and it is with Him that all hopes should be associated. But when people become the center of hopes then the matter is over. The second whirlpool is that a person becomes conceited that he has become very noble and a person of eminence. Whatever excellence one gets it is merely an endowment of Allah, he is but a humble human being Sheikh Saadi (Ra) has written a beautiful poem in this context he says

گل خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم

One day a friends gave me a fragrant clay which surprised me.

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ ازبوئے دل آویزے تو مستم

I asked the clay, are you musk or ambergris? you are so fragrant that your fragrance has enchanted me, you don't seem to be clay.

بگفتا من گل ناچیز بودم

The clay said, I am a worthless piece of clay and this is how I have always been. .

ولیکن مدتے باگل نشستم

But I was kept with flowers for a while

جمال ہمنشین درمن اثر کرد

The fragrance you smell is indeed the fragrance of the flowers. I only stayed with them for some time.

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

I am the same clay as I was, the fragrance you smell is due to the company of the flowers which I have absorbed.

So a person is a handful of clay with no excellence of his own. If Allah has blessed him with the company of an accomplished person, and he too receives some of its reflection, it is merely Allah's blessing. He should remember his own worthlessness.

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

I am the same clay as I was, it is the fragrance of the flowers whose company I was in It is not mine.

To be continued

ones. Our connection was established because of them, now if that link is lost, the connection or relationship will also be lost .

Sometimes a person gets the opportunity to gather personal benefits wrongfully, but he decides to bear a loss rather than disobeying Allah and His Prophet (saw). This means he has the level of khuloos or sincerity whereby he can sacrifice his interest. This is what is being said in the before said hadith that none of you is a believer unless he loves me more than his parents, children and his own self .

Hazrat Abu Bakr Siddiq (Rau) was Allah's chosen servant and a beloved companion of the Prophet (saw). The scholars of Ahlesunnat agree that he is the most superior person besides the Prophets of Allah in the entire universe.

The Prophet (saw) once said that the sun has not risen on any person to be superior or better than Abu Bakr after the prophets.

Amongst the Prophets it was Prophet Yousaf (As) who enjoyed prophethood in four generations. His father Yaqub (As) was a Prophet, his grandfather Ishaq(As) was a Prophet and his great grandfather Ibrahim (As) was a Prophet. This family enjoyed prophethood for four generations.Hazrat Abu Bakr (Rau) Siddiq's four generations were blessed with the Prophet's(saw) companionship. His father was a companion, his children were companions and his grandchildren were companions.

His son Abdul- Rehman (Rau) had not converted to Islam when the battle was fought at Badr.He had come to fight along the Makkan army. Later on he converted to Islam and migrated to Madinah and lived with Hazrat Abu Bakr Siddiq (Rau). One day Hazrat Abdul Rehman (Rau) was sitting with his father and the topic of battle of Badr came up. Hazrat Abdul Rehman (Rau) said that father, on that day you had come within my range of attack but I was lucky that your love and affection overwhelmed me and I did not attack you. Hazrat Abu Bakr (Rau) replied that you are lucky that you did not come within my range. Had you come I would have torn you apart. He asked wouldn't your affection for me as a son stop you? Hazrat Abu Bakr (Rau) said that compared to the Prophet (saw) a son has no value. So you are lucky you didn't come within my range otherwise I would have destroyed you. So when one can sacrifice his passions only then it indicates that the love of Prophet is dear to him, this is khuloos (sincerity) It is not tangible, it is a feeling. A mother is full of this feeling for her baby and see how she sacrifices her sleep so that her baby can sleep well. She avoids eating food which can cause her baby to fall ill. She forsakes her own comfort in order to make her baby comfortable. This is the mother's khuloos for her baby which Allah has embedded in her naturally. Otherwise raising children would have been impossible. Inspite of this Quran has highlighted the greatness of a mother and how she sacrifices so much while bringing up her children, and it commands children to treat their mothers well. When a person who has worked hard to nurture the physical .....

Khuloos (The spirit to make the right choice)

Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah
Dated: April 4th, 2010

This can be tested in our lives when a person gets a chance where he can make a lot of money, but it is not lawful in the eyes of Allah and His Prophet (saw), on one hand there is worldly benefit worth millions and the on the other hand is the relationship with Allah and His Prophet (saw). Now it is up to the person to decide what is important for him, the relationship or wealth. If he takes money then it means that money has more importance in his heart than Allah and His Prophet (saw). So when a person has attached more importance to wealth then why should Allah pay importance to him. Allah is Absolute. He is not dependant on anyone, man is dependant so when the dependant has abandoned the Absolute it will not affect the Absolute.

The Prophet(saw) has expressed this fact in a beautiful manner. Just ponder over the words لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ none of you is a believer, people recite the kalma, offer salat, observe fasts, pay Zakat, perform Hajj but all these will be accepted only if one is a believer.

If a person has no faith (Imaan) and you take him to Makkah and make him do Tawaf and offer salat it will have no effect, the first prerequisite is faith (Imaan) and the Prophet (saw) said that none of you is a believer...... unless he loves me more than his parents, children and his ownself. Now if on one hand there is an opportunity for sin and on the other hand is the Prophet's (saw) command, and the person ignores the Prophet's command and indulges in sin then there is no love for the Prophet (saw). The prerequisite to faith is gone. It is commanded to think positively about every Muslim and we do that as well as pray for every muslim, that may Alllah shower His mercy upon them, guide them and forgive them but realities must be faced .

What the Prophet (saw) has said, indeed that is what we call "Khuloos," purity of intention or sincerity. I am saying this because a question was put before me as to what was khuloos, and how could it be attained? This is the true spirit of khuloos that how much you love Allah, His Prophet and His Deen, and how much priority you give them over other matters. Sheikh is a small link in the nexus, but mind you a very precious link. It is because of the Sheikh that a relationship with Allah and His Prophet is established, and it is because of him that it gets snapped because he is the connecting link. We haven't seen Allah,nor His Prophet (saw) or the Companions (Rau). It is through knowledge given to us by the accomplished

spiritually up to the third Arsh. Since he was not a 'seer', it was his wish that Hazrat Ji rua should grant him extra Tawajjuh. Once, on the way to see Hazrat Ji rua at Chakrala, he presented himself at the Mazaar of Hazrat Lal Shah rua in Danda Shah Bilawal and requested him to ask Hazrat Ji rua to always give him special Tawajjuh. When he reached Chakrala, he found Qazi Ji rua also present there. During Zikr Hazrat Ji rua paid special attention to Qazi Ji rua, taking his name at every 'station', he gave him excessive Tawajjuh.

It was the blessed habit of Hazrat Ji rua that when he gave special Tawajjuh to someone, he would mention them by name during the Lata'if and Maraqbaat. Many times it happened that, when due to carelessness or neglect someone became inattentive, Hazrat Ji rua would call them by their name and exhort them to pay greater attention. Qazi Ji rua underwent a similar intense Tawajjuh. Haji Muhammad Khan was perplexed as he had requested Hazrat Lal Shah-rua to put in a word for him, but instead Qazi Ji rua was getting all the Tawajjuh. After the Zikr session was over, he mentioned this to Hazrat Ji-rua who smiled and said, 'That was an error, Hazrat Lal Shah rua did put in a word to me to pay special Tawajjuh, but I thought it was meant for Qazi Ji. Oh, so it was for you!'After a while, at Hazrat Ji rua's behest, a religious school was set up in Dhulli. Hazrat Ji rua financially helped with its maintenance and would visit it often, sometimes staying there for short periods. By this time, Hazrat Ameer ul Mukarram.....-mza had also entered the Silsilah, and was present along with Hazrat Ji rua at an occasion at the home of Haji Muhammad Khan. Haji Sahib mentioned the passing away of somebody.

Hazrat Ji rua said, 'May Allah swt forgive him! He was a pious man.'

Qazi Ji rua interjected, 'Hazrat, we never saw him praying or fasting. What kind of a pious man was he?'

Hazrat Ji rua replied, 'Qazi Ji those days are over when pious men prayed or fasted. In times like these even keeping away from debauchery and sin is also piety.'

In the words of Ameer ul Mukarram-mza, Qazi Ji rua was Hazrat Ji rua's masterpiece and was no less than the Ahl Allah of the 'Quroon e Oola' (the early period of Islam).

دعائے مغفرت

کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فقیر حسن کے والد محترم

راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی کرنل طاہر کے والد جسٹس آزاد اعوان

ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد نعیم کے والد محترم

راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رحمت دین

سرگودھا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد یار کی اہلیہ وفات پاگئے ہیں۔

ساتھیوں سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے

Hayat-e-Javidan Chapter 17

(Translation)A Life Eternal

THE FIRST BRICK

Hazrat Ji rua slept there and left for Chakrala early next morning. Haji Sahib returned to his house in one or two days and was upset at having missed Hazrat Ji rua's visit. His wife while mentioning Hazrat Ji rua's visit expressed her surprise and said, 'You told us that Hazrat Ji rua was a great saint and worshiped throughout the night, but here he did not even offer his Tahajjad, and as for the Fajr Salah, he offered it so late that it was just short of sunrise'.

The next time Haji Sahib met Hazrat Ji rua he recounted his wife's observation.

Hazrat Ji rua smiled, 'Your wife is correct. That night, I could not find any water on the roof top and it was not correct for me to go downstairs and get it from the courtyard where the rest of your family members were sleeping.'

Hazrat Ji rua's action was in accordance with the Shari'ah. Once the Holy Prophet saws was standing with one of his wives, when two Companions passed by. There was not enough light. The Holy Prophet saws called them back and explained that he was standing with his wife. They stated, 'Ya Rasool saws Allah even if you had not told us, we could never have thought otherwise.' The Holy Prophet saws replied, 'Shaitan can sow doubt in the heart, and so thought it necessary to inform you.' If Hazrat Ji rua had come down looking for water in .. the thick of the night, Shaitan could have had the chance to create mischief, so following the Sunnah of the Holy Prophet saws he kept the aspect of caution in mind and came down from the rooftop when it was light and the rest of the household was also awakel thought it necessary to inform you.' If Hazrat Ji rua had come down looking for water in the thick of the night, Shaitan could have had the chance to create mischief, so following the Sunnah of the Holy Prophet saws he kept the aspect of caution in mind and came down from the rooftop when it was light and the rest of the household was also awake.

Haji Muhammad Khan worked diligently and made effort continuously for 18 years but he was not gifted with 'Kashf', when he expressed his disappointment to Hazrat Ji rua, he rua told him, 'If you can't 'see' anything stop doing Zikr'. Haji Sahib submitted, 'There is so much reward in doing Zikr that I can't leave it. Although I do not see anything I can sense that I am not here. My Rooh is such that it cannot see. I remain attentive (in Zikr) whether I see anything or not.'

There is a lesson for those devotees who are not gifted with Kashf, and this dialogue of Haji Sahib with Hazrat Ji rua should give them guidance and reassurance.

Hazrat Ji rua took Haji Muhammad Khan

ماہنامہ
المرشد

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ وَ
مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ
(احمد والترمذی)

That when you pass by the gardens of Jannah, take your share when asked as to what are the gardens of Jannah, he said gatherings of Zikr. (Ahmed & Tirmizi)

The spiritual stations of a companion (rau) are so exalted that even if the entire world attains the highest level of Wilayat (Friendship with Allah) and their wilayat is put together yet they cannot even touch the dust under the feet of a companion (rau).

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

September 2012
Shawal / Zul Qaada 1433h

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255